تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

دعوت کا نازک کام

ہم جس دینی کام کی دعوت دیتے ہیں بظاہر تو یہ بڑا سادہ سا کام ہے۔ لیکن فی الحقیقت بڑا نازک ہے۔ کیونکہ یہاں مقصود صرف کرنا کرانا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنی سعی کر کے اپنی عاجزی کا یقین اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و نصرت پر اعتماد پیدا کرنا ہے۔ سنّت اللہ یہی ہے کہ اگر اللہ کی مدد کے بھروسہ پر اپنی سی کوشش ہم کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری کوشش اور حرکت ہی میں اپنی مدد کو شامل کر دیتے ہیں قرآن مجید کی آیت "ویزدکم قوۃ الیٰ قوتکم" میں اسی طرف اشارہ ہے اپنے کو بالکل بے کار سمجھ کر بیٹھے رہنا تو "جبریت" ہے اور اپنی ہی قوت پر اعتماد کرنا "قدریت" ہے (اور یہ دونوں گمراہیاں ہیں) اور صحیح اسلام ان دونوں کے درمیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جد و جہد و کوشش کی جو حقیر سی قوت اور صلاحیت ہم کو بخش رکھی ہے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اس کو تو پورا پورا لگا دیں اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ لیکن نتائج کے پیدا کرنے میں اپنے کو بالکل عاجز اور بے بس یقین کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد ہی پر اعتماد کریں اور صرف اسی کو کارفرما سمجھیں۔

از ——— مطبوعات حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

فی شمارہ ۵ روپے | سالانہ سو روپے | ۲۵ ستمبر ۱۹۹۴ء

Regd. No. : LW/NP56

Office
Principle 72336
Guest House 73864

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کے لیے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، حمد سروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
فون نمبر۔ ۲۶۷۹۱۰ 267910

بمبئی کے قارئین تعمیر حیات سے
بمبئی کے قارئین تعمیر حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیر حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar
Bombay - 400 003
Tel. : Add CUPKETELE
Tel. : 3762220/3728708
Tel. : (R) 3095852

نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا
لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور کیپ سول پر (LT) مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔
INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

گذارش: خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام کی سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں۔ خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔

تعمیر حیات کی ایجنسیاں:
درج ذیل پتوں پر رابطہ قائم کریں۔

Maktaba Marifat Islam,
Riyazuddin Amir Mohd.
Jamiat Colony Annar-Mohalla,
Room No. 68, 4th Nizampur,
BHIWANDI-421 302 (Thana)

Naimullah Saheb,
Sadar Milli Imdadi Society,
Chowk Bazar,
BAHRAICH-207 028 (U.P.)

Taskeel Monthly Book House
Budhwara,
BHOPAL-462 001.

Printed by : Azad Printing Press, Ph : 234685, 248051

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۳۱ | مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ نمبر ۲۲

۲۷ ستمبر ۱۹۹۴ء
۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

نگران اعلیٰ
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون ملکی
سالانہ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ۵ روپے

بیرون ملک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۲۵ ڈالر

بیرون ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ
چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

درس حدیث

اسلام میں باغبانی و زراعت کی فضیلت

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ: شمس الحق ندوی
صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچر ٹریننگ کالج حائل السعودیہ

تسلسل کے لئے شمارہ ۱۰ اگست ۹۴ء ملاحظہ فرمائیں

کھجور کے اندر امراض سے شفا کی تاثیر

کھجور میں مذکورہ تمام خصوصیات و صفات کے ساتھ صحت انسانی کے نمو و بقا کی بھی زبردست قوت و تاثیر موجود ہے جس سے کم لوگ واقف ہیں، کھجور الجھن کے شکار پریشان خاطر شخص کے اندر سکون و قرار کی کیفیت پیدا کرتا ہے، جدید میڈیکل تحقیق سے ثابت ہوا کہ کھجور مزاج کے چڑچڑے پن کو دور کر کے گلے کی ان رگوں میں ٹھہراؤ و سکون کے اعتدال کو برقرار رکھتا ہے، جو غصہ و جھنجھلاہٹ کے وقت پھول آتی ہیں۔ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ بعض نباتات اور پھلوں کی یہ تاثیر ہے کہ وہ جھنجھلاہٹ کو دور کرتے ہیں اور اس مادہ کی پیدائش کو روک دیتے ہیں جن میں گاجر اور پالک بھی شامل ہیں، لیکن سرفہرست کھجور ہے، جدید طبی تحقیقات کو قوت بخش غذائی وٹامن تیار کرتی ہیں ان میں وٹامن "A" کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو جھنجھلاہٹ کو دور کرنے کی بڑی تاثیر رکھتا ہے اور کھجور میں وٹامن "A" بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اور قرآن کریم نے حضرت مریم علیہا السلام کو حالت ولادت و نفاس میں کھجور کو غذا اور علاج دونوں بتایا ہے۔ فرمایا:

"وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطباً جنیاً فکلی واشربی وقری عیناً"

اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ (مریم - ۲۵)

اسی لئے حضرت عمرو بن میمون نے کہا کہ نفاس والی عورتوں کے لئے کھجور اور رطب سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ یہ دونوں نفاس والی عورتوں کے لئے بہترین کھانا ہیں، ان طبی خصوصیات کی تاکید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مزید ہو جاتی ہے جس کو عامر بن سعد نے اپنے والد کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "جس شخص نے ہر روز صبح کو عجوہ کھجور کھا لیا اس دن اس کو رات تک زہر اور جادو سے نقصان نہیں پہونچ سکتا۔" دوسروں نے سات کھجوریں بتائی ہیں۔ ابو ضمرہ نے خاص جگہ کی کھجوروں کے بارے میں یہ بات کہی ہے۔ اور یہ الفاظ کہ "جس نے صبح کو عالیہ کے عجوہ کھجوروں میں سے سات کھجور کھا لئے" عالیہ ان بستیوں کو کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کی بالائی سمت میں ہیں۔

امام نسائی نے حضرت جابر کی روایت "عجوہ جنت کا پھل ہے یہ زہر سے شفا دیتا ہے" کو مرفوعاً بیان کیا ہے، ابو ملیکہ کی ایک روایت میں ہے: "صبح کو پہلے وقت شفا ہے یا تریاق ہے" تریاق ایک مرکب اور مشہور دوا ہے عجوہ کو تریاق کے لفظ سے تعبیر کرنا بطور تشبیہ کے ہے، اور دن کے رات تک قید لگانے کا مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت کھانے کا وہ اثر جو جادو یا زہر کو دور کرتا ہے رات تک رہتا ہے اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔[1]

جن احادیث میں شفا کا ذکر ہے ان میں علماء کے نتائج فکر و تحقیق، تحلیل و تجزیہ مختلف ہیں جن کو پیش کیا جاتا ہے:

خطابی کا کہنا ہے کہ عجوہ کھجور کا جادو اور زہر کے لئے شفا ثابت ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینہ منورہ کی کھجوروں کے لئے ہے۔ نہ کہ نفس کھجور کی یہ تاثیر ہے۔ مصابیح کے شارحین کا کہنا یہ ہے کہ کھجور کی تاثیر ہے۔ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے کھجور حجاز مقدس کے تمام کھجوروں سے بڑھ کر نفع بخش ہیں وہ ایک خاص قسم کا کھجور ہے جو سب سے نرم اور سب سے لذیذ ہے۔ انھوں نے فرمایا کھجور کے اندر دیگر پھلوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ غذائیت پائی جاتی ہے اس لئے کہ اس میں گرم و تر تاثیر پائی جاتی ہے اور نہار منہ اس کا استعمال، اس میں تریاقی تاثیر پائی جانے کی وجہ سے جراثیم کش ثابت ہوتا ہے، اگر پابندی سے نہار منہ کھانے کا معمول بنا لیا جائے تو جراثیم کا مادہ خشک ہو جائے اور یہ اس کو کمزور کر دے۔

سب کے خیالات و آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ شفاء کی احادیث شرائط کے ساتھ ہیں یہ تاثیر ان شرائط کے پائے جانے پر پائی جائے گی، مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "کالا دانا (یعنی کھجور) ہر مرض کی دوا ہے۔

خطابی فرماتے ہیں (من کل داء) میں وہ عموم ہے جس سے خاص مراد ہوتا ہے۔ (باقی ص ۲۸ پر)

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	انسانیت موت کے دروازہ پر	شمس الحق ندوی	۵
۳	زمانہ کی نبض شناسی	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	زکوٰۃ کی وصولیابی کا حق	مولانا برہان الدین سنبھلی	۱۱
۵	بنیاد پرستی کی مخالفت	مولانا عبداللہ حسنی ندوی	۱۴
۶	عالم اسلام	نذر الحفیظ ندوی	۱۵
۷	رسولؐ رحمت	مولانا سید سلیمان ندویؒ	۱۹
۸	آزادیٔ نسواں کا فریب	مولانا محمد تقی عثمانی	۲۱
۹	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۳
۱۰	رابطہ ادب اسلامی کی رپورٹ	محمد اکرم ندوی	۲۴
۱۱	ہمیں کدھر بلا رہے ہو	جناب یامین الدین احمد	۲۶
۱۲	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۷
۱۳	مطالعہ کی میز پر	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/- روپئے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالم فی سینٹی میٹر R.20/-
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. Mohd. AKRAM NADVI Sb.
O.c.I.S.
10 - St. Cross Road
Oxford OXI 3T4 - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KAR \CHI-31 (Pakistan-)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اظہاریہ

انسانیت موت کے دروازہ پر

شمس الحق ندوی

لوگ کہتے ہیں کہ یورپ میں سارے بگاڑ و فساد کے باوجود عذاب خداوندی کیوں نہیں نازل ہوتا عذاب کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں خالقِ کائنات کی قدرت بے پایاں ہے اس لیے عذاب بھی ایسی ایسی شکلوں میں آتا ہے جن کو لوگ عذاب کی معروف شکلوں میں نہیں دیکھتے اور نہ بظاہر وہ عذاب معلوم ہوتا ہے لیکن وہ بسا اوقات عذاب کی معروف شکلوں سے بھی زیادہ خوفناک واذیت ناک ہوتا ہے، ایک شخص کو ہم تندرست وتوانا دیکھتے ہیں نہ کہیں درد ہے نہ بخار لیکن وہ عجیب خوف و گھبراہٹ میں مبتلا ہوتا ہے، مایوسی، خطرات وحوادث کے وساوس اس کو گھیرے رہتے ہیں۔

یوروپ کا سماجی، معاشرتی اور خاندانی شیرازہ جس طرح منتشر ہوا ہے مرد وعورت دونوں ہی صنفیں جس طرح تنہائی وبے کسی محسوس کر رہے ہیں حتیٰ کہ اُنس ومحبت جو فطرتِ انسانی میں داخل ہے اس کو حاصل کرنے کیلئے کتوں کا سہارا لینے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ کتا اپنے آقا کا وفادار ہوتا ہے، کیا کہا جائے گا اس تہذیب کو جس میں انسان انسان سے بھاگے اور خوف کھائے، لیکن کتوں سے محبت کرے جو جانوروں میں بھی سب سے ذلیل سمجھا جاتا ہے کیا یہ عذاب نہیں؟ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ انسانی خاندان کی کھلتی کلیوں کو دیکھکر خوش ہوتا ہے اس سے پیار و محبت کرتا ہے اس کی طفلانہ اداؤں اور معصومانہ مسکراہٹ اس کے دل کی دنیا کو باغ و بہار بنا دیتی ہے۔

لیکن انسان جب ان کھلتی کلیوں کو مسل دیا کرے توڑ کر پھینک دیا کرے تو کیا وہ انسان کہلانے کا مستحق ہوگا؟ ذرا تصور وخیال کی دنیا میں اپنے سامنے ایک معصوم بچے کی تصویر لائیے بھولی بھولی موہنی سی صورت، معصوم سا چہرہ، خوبصورت آنکھیں چھوٹے چھوٹے ہاتھ ننھی ننھی انگلیاں وہ کچھ ڈر اور خوف محسوس کرے تو ماں سے لپٹ جائے، باپ کے گلے میں باہیں ڈال کر اپنے کو محفوظ قلعہ میں محسوس کرے، لیکن یہی ماں باپ جب اس کو اس لیے قتل کر دیں کہ وہ ان کی رنگ رلیوں میں حارج نہ ہو، یا اس لیے قتل کر دیں کہ ان کی غذا کا مسئلہ نہ پیدا ہو تو ایسے ماں باپ کو کیا کہا جائے گا۔ قتل یہی نہیں کہ چھری سے بچے کی گردن کاٹی جائے قتل یہ بھی ہے کہ ماں کے رحم ہی میں جبکہ بچہ ابھی اپنی جسمانی ساخت وبناوٹ کے مراحل سے گذر رہا ہے کسی بھی ذریعہ سے اس کو ختم یا خارج کر دیا جائے۔

کوئی صاحب عقل بتائے کہ آم کے باغ میں پھول آرہے ہیں، باغ والا اس کی دیکھ بھال میں لگا ہوا ہے، ایک شخص جاتا ہے اور پھولوں کو جھاڑنا شروع کر دیتا ہے کیا باغ کا مالک اس پھول جھاڑنے والے کے ساتھ وہی معاملہ نہیں کرے گا جو آم توڑنے والے کے ساتھ کرتا ہے؟

یہ تو بات ہوئی ان نوزائیدوں یا رحم مادر میں وجود پانے والے بچوں کی جو بیوی اور شوہر کریں خواہ وہ کسی بھی مذہب یا ملکی عرف ورواج کے مطابق ایک دوسرے سے جڑے ہوں۔ اس شادی والے رشتہ میں جڑے بغیر مرد وعورت کا باہمی ربط وملاپ انسانی سوسائٹی میں بہر حال معیوب ہی سمجھا جاتا ہے، اور فطری حیا وشرم، گھر خاندان یا سوسائٹی میں رسوائی کا خوف کچھ تو روک لگاتا ہے، لیکن اسقاط حمل کو عالمی پیمانے پر قانونی شکل دے کر اس بچی کھچی فطری حس کا بھی صفایا کر دینا اور انسانی پستی کے لئے

چوپٹ دروازہ کھول دینا، کیا اس انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے جس کی دیگر مخلوقات پر فرمانروائی ہے، خنزیر اور کتوں سے بھی نیچے گرا دینے کے مترادف نہ ہوگا جو ذلت و رسوائی کے لئے بطور مثال بیان کئے جاتے ہیں۔

یوروپ اپنی سلگائی ہوئی آگ میں جل رہا ہے اس بے حیائی کے عذاب سے اس کا خاندانی اور عائلی نظام ختم ہو چکا، وہ آوارہ جانوروں کی سی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گیا ہے لہٰذا چاہتا ہے کہ مشرق بھی اسی کی راہ پر چلے اس نے پوری دنیا کو خصوصاً مسلمانوں کو جن کے یہاں مذہبی اور عقائدی طور پر مکمل تحفظات ہیں، اپنی مخرب انسانیت چیزوں میں مبتلا کرنے کے لیے ریڈیو ٹیلی ویژن، بلو فلموں اور رومانی ناولوں کی صورت میں سارے جتن کر ڈالے اور بدقسمتی سے تمام مسلمان ملکوں میں اس کے برے اثرات بھی پڑے، اب اسقاط حمل کا یہ آخری حربہ بھی ایک مسلمان ملک کو اپنا آلۂ کار بنا کر استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہے

اخلاقی انارکی خاندانی اجاڑ اور معاشرتی بگاڑ کے ساتھ ساتھ یورپ کی آبادی بھی تیزی کے ساتھ گھٹتی جا رہی ہے اور مشرق کی آبادی خصوصاً مسلم ملکوں کی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ لہٰذا یورپ کی نفری طاقت کا خوف بھی کھائے جا رہا ہے اس لیے بھی وہ اسقاط حمل جیسے وحشیانہ عمل کو مسلمان ملکوں میں بھی قانونی شکل دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

کائنات کے بنانے والے نے انسان کو اسی لیے پیدا کیا اور اس کو اس دنیا میں بسایا کہ اس کا نام زیادہ سے زیادہ لیا جائے اس کی قدرت بے پایاں کا ظہور ہو اسی لیے اسلام میں مسلم آبادی کو بڑھانے کا حکم ہے، فرمانِ رسولؐ ہے کہ ایسی عورتوں سے شادی کرو جو خوب محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت والی ہو، ایک اور موقع پر فرمایا: انی اکاثر بکم الامم یوم القیامۃ لہٰذا ہر وہ چیز جو اللہ کے منشاء کے خلاف فطرت انسانی کے بھی خلاف ہو اور انسانی مستقبل کیلئے خطرہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس لیے ہر ایسی کوشش انسانیت کی تباہی کا سبب بنے گی، انسانیت مادی و معنوی دونوں اعتبار سے تباہ ہوگی، یورپ ملحد و بے دین ہے لہٰذا اس کے فکر کی رسائی صرف انسانی مفروضوں اور عقل انسانی کی حدود ہی تک ہو سکتی ہے۔ آگے کی بات وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ اس کے لیے انبیاء کرام کے علوم و تعلیمات کو ماننے اور تسلیم کرنے کی ضرورت ہے یوروپ خاتم انبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعلیمات تمام انبیاء کی تعلیمات کے خلاصہ کے طور پر اب قیامت تک کیلئے حتمی ہو گئی ہیں ان میں بھی شکوک و شبہات پیدا کرنے کی بھی پوری کوشش کر چکا اور برابر کوئی نہ کوئی شوشہ اس کو ناکام و کمزور ثابت کرنے کے لیے چھوڑتا رہتا ہے اور وہ برابر اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ انسانوں میں جو لوگ مقصد آخر کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں اور اس کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں وہ ان کے مقصد آخر کو بھلا دے اور ان کو بھی اپنے جیسا بالکل جانور بنا دے اور وہ بہائم کی طرح زندگی گذارنے لگیں۔ انسانیت فنا ہو کر موت کی نیند سو جائے اور انسان آوارہ کتوں کی سی زندگی گزارے۔ اس کا کوئی نمونہ دیکھنا ہو تو اسی شمارہ میں صفحہ ۲۶ پر ایک امریکی ہی کے قلم سے پڑھ لیجئے اور دیکھئے کہ یوروپ جو اپنے کو ساری دنیا کا ہمدرد و بہی خواہ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ کہاں کھڑا ہے وہ اپنی مادی طاقت کے بل بوتے پر ساری دنیا کو بیوقوف بنا رہا ہے، حالانکہ خود اپنی موت مر رہا ہے اور یہ اثرات و نتائج ہیں اس صہیونی پروٹوکول (صہیونی دانشوروں کی دستاویزات) کا جس میں یہ بات صاف طور پر کہی گئی ہے کہ انسانی نسل کو اخلاقی اور معنوی طور پر اتنا بیکار کر دیا جائے کہ نسل انسانی کی معنوی طاقت بہت کمزور ہو جائے اور یہود کو اپنی سرگرمی قائم رکھنے کا پورا موقع ملے۔

یہ محض محدود عقل انسانی کا مفروضہ ہے کہ آبادی بڑھ جائے گی تو کیا کھائیں گے آبادی کم کرنے کی آواز اٹھارہویں صدی کے اخیر بلکہ اسکے پہلے سے اٹھنی شروع ہوئی ہے تصور فرمائیے کہ اب پوری ایک صدی گزر جانے کے بعد دنیا کی آبادی کتنی بڑھ گئی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وسائل زندگی بھی کتنے بڑھتے گئے اور سو سال کے اس اضافہ کے بعد آج کے معیار زندگی کا سو سال قبل والے معیار زندگی سے موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج لوگوں کو وہ کچھ میسر ہے جو سو سال پہلے بادشاہوں کو بھی میسر نہیں تھا۔

باقی رہا کچھ لوگوں کا پریشان رہنا، غربت میں مبتلا ہونا تو یہ قدرت کا حکیمانہ فیصلہ ہے اس کو قیامت تک جاری رہنا ہے اس لیے کہ دنیا کی زندگی ایک بھٹی ہے جو ناقص کو خالص سے الگ کرتی ہے اور تپا تپا کر کھوٹ نکالتی ہے، یہاں مصائب اس لیے لائے جاتے ہیں کہ ان کے اندر مقابلہ کی قوت پیدا ہو۔ مشکلات اس لیے پیدا کی جاتی ہیں کہ انسان ان پر غالب آنے کی جدوجہد کرے سختیاں اس لیے عائد کی جاتی ہیں کہ آدمی کی کمزوریاں دور ہوں اور اس کی چھپی ہوئی قوتیں عمل کے میدان میں نمایاں ہوں جو لوگ اس خدائی تربیت گاہ سے نکلتے ہیں وہی دنیا میں کچھ کر کے دکھاتے ہیں۔ اور آج تک دنیا میں جتنے بڑے کام ہوئے ہیں وہ اسی تربیتی راہ سے گزرنے والوں نے کئے ہیں۔ اور اگر یہ نہ ہو تو ہمدردی محبت و خدمت ایک دوسرے کی مدد و سہارا کے کیا معنی ہوں گے۔ یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے جس کو شیطان نے خدا کے منکر، ملحد اور خدا بیزار لوگوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔

(بقیہ صـ ۱۳ پر

زمانہ کی نبض شناسی علماء کی ذمہ داری

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

پیش نظر مضمون حضرت مولانا دامت برکاتہم کی وہ اہم تقریر ہے جو آپ نے چند مہینے پیشتر رائے پور جاتے ہوئے سہارنپور کے ایک اہم نوخیز ادارہ "المعہد الاسلامی" کے عظیم الشان اجلاس میں ایک بڑے مجمع عام کے سامنے فرمائی۔

"المعہد الاسلامی" کے ناظم مولوی محمد ناظم صاحب ندوی نے تقریر ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے نقل کر کے ہمیں فراہم کی ہے، جو شکریہ کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہے۔

حمد و ثناء کے بعد فرمایا!

دوستو! دراصل یہ علاقہ جہاں پر یہ "معہد" قائم ہوا ہے تقدیر الٰہی میں یہ ہندوستان میں دین کی تجدید اور تقویت، احیائے اسلام، نشر و اشاعت علوم اصلاح عقائد اور اصلاح اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب فرمایا ہے۔ اور اسے یہ خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ امام المتاخرین حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ جن کے وطنی اور خاندانی تعلقات بھی اس علاقہ سے تھے ہم ابھی پھلت (مظفر نگر) سے آ رہے ہیں جہاں ان کا نانہال تھا۔ اور ان کے خاندان بلکہ ان کے گھر کی ایک شاخ وہاں موجود تھی۔ وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا مسکن ہے پھر اس کے بعد یہ پورا علاقہ خاص طور پر گنگوہ، نانوتہ، سہارنپور، رائے پور اور اس کے قرب و جوار کے جو تاریخی مقامات ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے انتخاب فرمایا ہے کہ یہاں سے دین صحیح، عقائد صحیح اور شریعت مطہرہ کی اشاعت ہو۔ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ کو بھی سب سے زیادہ اعوان و انصار، رفیق طریق، رفیق کار اسی علاقہ سے ملے ہیں، ان کے معتمد ترین محبوب ترین اور مخلص ترین اسی علاقہ کے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحی صاحب بڈھانوی شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے علاوہ بہت سے مخلص رفیق حضرت سید صاحبؒ کو اسی علاقہ سے دستیاب ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے آخر تک ساتھ دیا۔ انھوں نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی کبھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ خود حضرت سید صاحبؒ نے ان کی وفاداری، خلوص، دین و شریعت سے محبت اور ان کے کام کو تسلیم کیا ہے۔ ان کا احترام کیا ہے اور ان سب کا معنوی، اعتقادی اور فکری نسب اسی تحریک اور اسی تحریک کے داعیوں سے ملتا ہے اس لیے اس سرزمین پر ایسے معہد کا قائم ہو جانا یہ محل تعجب بھی نہیں۔ اور اس سے امید پیدا ہوتی ہے کہ یہاں صرف پڑھنا پڑھانا، کتابوں کا سمجھنا، عربی زبان سے واقف ہو جانا، مسائل شرعیہ سے واقف ہو جانا، وعظ کہہ لینا، امامت کر لینا۔ خطابت کے فرائض انجام دینا یا افتاء وغیرہ کے فرائض انجام دینا اسی پر اکتفاء نہیں ہوگا۔ اور ابھی میں نے جو تقریر سنی اور میرے عزیز دوست نے جو تحریر ابھی پڑھ کر سنائی "اس میں میرے لیے بڑے فخر و سرور کی بات ہے کہ میری ناچیز تحریروں کے اقتباسات بھی تھے" ان سے بھی اندازہ ہوا کہ ذہن درسیات کے حدود سے نصاب کے تعینات سے کتابوں کے انتخاب سے اور مخصوص کتابوں پر انحصار کرنے سے آزاد اور وسیع ہے اور اسی کی اس وقت سب سے زیادہ ضرورت بھی ہے۔

ایک نیا فتنہ ہمارے عزیز دوست نے زمانہ کی نزاکت کا اور خطرناکی کا جو اظہار کیا وہ بالکل حقیقت پر مبنی تھا اور یہ ایک نئے قسم کا فتنہ سامنے آیا ہے کہ یہ مقابلہ صرف فوجی مقابلہ یعنی اجسام کا اجسام سے ٹکراؤ اور ایک بڑی طاقت کا چھوٹی طاقت سے تصادم یا چھوٹی طاقت کا بڑی طاقت سے تصادم، اسلحہ کا مظاہرہ اور اسلحہ کی طاقت آزمائی نہیں۔ بلکہ اس وقت جو سب سے بڑا خطرہ ہے جو سب سے بڑا حملہ ہے حقیقت میں وہ فکری اور زندگی کا ایک حیاتی تخیل اور زندگی کا ایک نیا نمونہ پیش کرتے ہیں کہ مدد کیلئے کوئی گنجائش باقی نہ ہو اور مادہ پرستی، اور خالص بے اصولی، خالص نفس پرستی اور خالص مادیت غالب آجائے۔

فینڈامیٹلزم کے خلاف جو اس وقت مہم چل رہی ہے۔ لیکن یہ ادارے اور منصوبے یہ سب محض کاغذی، فکری اور خیالی ہیں اور یہ ایسے منصوبے ہیں جن میں باقی رہنے کی بالکل صلاحیت نہیں ہے کچھ عرصہ کے بعد خود وہ لوگ اس سے خائف ہو جائیں گے، بیزار ہو جائیں گے اس کی علامتیں ظاہر ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ امریکہ میں اس کا احساس پیدا ہونے لگا ہے کہ سارے مذاہب والے "فینڈامیٹلسٹ" اور ہر مسلمان اصول پسند ہوتا ہے تو گویا یہ جنگ ایک تخیلاتی جنگ ہے، اس میں کامیابی نہیں ہو سکتی

ابھی ناچیز کا روس کی سرزمین میں تاشقند، سمرقند اور بخارا جانا ہوا وہاں دیکھا کہ اشتراکیت جس کے ڈنکے بج رہے تھے۔ اور جس کا خطرہ تمام ملکوں میں محسوس کیا جا رہا تھا۔ سمجھا جا رہا تھا کہ یہ تقدیر ازلی ہے اور یہ انسانیت کا مستقبل ہے۔ آئندہ یہی ہوگا۔ ساری دنیا میں استعماریت، دہریت اور جس کو کمیونزم کہتے ہیں وہ پھیل کر رہے گا۔ وہاں اس کا خاتمہ ہوگیا۔ تقریباً وہ ملک اس سے آزاد ہی نہیں بلکہ بیزار ہو گئے اور وہ اپنے دلی جذبات نکال رہے ہیں۔ ان سورماؤں کے خلاف، ان اشتراکیت کے داعیوں کے خلاف جنھوں نے سب کو بالکل ایک نئے سانچہ میں ڈھال لیا تھا۔ پوری سرزمین پر اب ان کے خلاف ایک ردعمل پیدا ہو رہا ہے۔ وہ چیز جو اللہ کے منشاء کے خلاف ہو حقیقت انسانی کے بھی خلاف ہو۔ اور جو انسانی مستقبل کے لیے خطرہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجا اور انکی نسل پیدا کی اور نسل کو دنیا آباد کرنے کے لیے بھیجا ہے تاکہ وہ اللہ کی تابعداری میں زندگی گذارے۔ علامہ اقبال نے فرمایا ؎

ترا خرابہ فرشتے نہ کرسکے آباد

اور اس کو گلزار بنایا۔ پیداوار سے نہیں اور صنعت و حرفت سے نہیں بلکہ عقائد صحیحہ سے، روحانیت سے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے تعلق سے توحید کی روشنی سے، مکارم اخلاق سے اسے منور کیا وہ اس کے خلاف کوئی سازش کامیاب نہیں ہونے دیگا۔ یہ ایسی سازش ہے دوستو! اس کا رشتہ بالکل آلہ کے طور پر ہے کہ وہ اپنے مقصد آخر کو بھلا دے اور اس کو بالکل جانور بنا دے اور بہائم کی طرح زندگی گذارنے لگے۔ ایسی کوئی سازش نہ پہلے کامیاب ہوئی ہے اور نہ کبھی آئندہ کامیاب ہوگی۔

فتنہ کا مقابلہ لیکن اس کیلئے ضرورت ہے کہ وہ لوگ تیار ہوں جو اس کے پس منظر سے اور اسکے پیچھے جو سازشیں ہیں جو محرکات ہیں، جو اس کا ماضی رہا ہے۔ اور جس ماضی نے اس پر آمادہ کیا اور پھر آئندہ کے منصوبے ہیں ان لوگوں کے تحریک کے علمبرداروں کے ان سے واقف ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے، تعلیم کی اہمیت بیان کرتا ہے، ترغیب دیتا ہے۔ دو چیزیں بیان کرتا ہے۔ یہ اعجاز قرآنی ہے جو اس وقت اور بھی خاص طور سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ ..... لیتفقھوا فی الدین۔ بھی بظاہر کہدینا کافی تھا کہ کیوں نہ ایسا ہوا سب گھر چھوڑ کر باہر نہیں نکل سکتے۔ اور مدرسوں میں نام نہیں لکھا سکتے اور تعلیم کیلئے اپنی زندگی اور زندگی کا بڑا حصہ وقف نہیں کرسکتے تو ایسا کہدیا جاتا فَلَوْلَا نَفَرَ ان میں سے ایک جماعت کھڑی ہوئی لیتفقھوا فی الدین کہدینا کافی تھا بظاہر دین کی سمجھ حاصل کریں۔ لیکن آگے فرمایا لِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ اور اپنی قوم کو ڈرائیں جب انکی طرف واپس جائیں۔ یعنی ان کو خطرات کا احساس بھی ہو... مجھے معاف کیا جائے ہماری بہت سی درسگاہوں میں، تعلیم گاہوں میں، مکاتب ہی میں نہیں بلکہ مدارس میں بھی تفقہ کی حد تک کوشش کی جاتی ہے اور کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ بحمداللہ ان کے اثرات، ثمرات، اور برکات بھی دیکھتے ہیں لیکن لِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ خطرات سے آگاہی، سازشوں سے واقفیت ادیان عالم کے خلاف، شریعت خداوندی کے خلاف بلکہ منشاء خداوندی کے خلاف، اور انسانیت کے شرف اور اپنی افادیت کے ثابت کرنے کے خلاف اس وقت جو سازشیں امریکہ میں تیار کی جا رہی ہیں اور وہ بہت ہی منظر عام پر آچکی ہیں ان سے جیسی واقفیت ہونی چاہیئے تھی ان کا جتنا صحیح توازن، ان کا صحیح رقبہ، اور ان کا صحیح خطرہ محسوس کرنا چاہئے۔ اس میں کمی ہے اس لیے کہ ہماری نظر پچھلی تاریخ پر تو ہے وہ بھی اگرچہ صحیح طور پر اور اطمینان بخش طریقہ پر نہیں ہے اسوقت تو گہرائی کی ضرورت ہے، ہم تاریخ دعوت و عزیمت سے واقف ہوں، مصلحین کے اصلاحی کارناموں سے واقف ہوں مجددین کے تذکروں اور ان کے نتائج سے واقف ہوں، ان کے طریقہ کار سے واقف ہوں۔

ہم حضرت امام حسن بصریؒ امام ابوالحسن اشعری، امام غزالی سے لیکر امام بخاری اور حضرت جیلانیؒ سے لیکر ابن جوزیؒ، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے خاندان تلامذہ سید احمد شہیدؒ پھر اس کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور اس طریقہ کے جو مؤسس مدارس ہیں اور جنھوں نے زمانہ کی نبض پہچانی، نبض پر ہاتھ رکھا، دل کی دھڑکن بھی سنی ملت اسلامیہ کے اس خطرہ کو بھی دیکھا۔ جو اٹھنے لگا تھا جس کا خمیر تیار نہیں ہو رہا تھا بلکہ سر پر آگیا تھا۔ تو اس سے واقف ہوں ——!

تاریخ فتوحات کی نہ پڑھی جائے۔ بلکہ تجدیدی کارناموں کی پڑھی جائے اس کے لیے خدا کے فضل و کرم سے مواد تیار ہوگیا ہے عربی میں بھی، اردو میں بھی اور انگریزی میں بھی، پھر اس وقت جو بادل منڈلا رہے ہیں اور جو طوفان کھڑے ہوگئے ہیں۔ اور ان کے جو نشانے ہیں انکو بھی سمجھیں! یہ کام ابھی ہمارے مدارس میں پورے طور سے نہیں ہو رہا ہے۔ ہمارے نزدیک بڑے

مدارس سب قابل احترام ہیں اور وہاں کی مساعی قابل تشکر اور واجب اعتراف ہیں میں ان میں سے کسی کی بھی ناقدری نہیں کرتا جبکہ اس فہرست میں ہم بھی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند ہے مظاہر العلوم سہارنپور ہے، دارالعلوم ندوۃ ہے اور مؤقر درسگاہیں ہیں۔ لیکن میں پھر بھی اسی خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے یہی کہونگا کہ اس میں کچھ اور زیادہ نظر کو وسیع کرنے کی ہمت کو بلند کرنے۔ اور ذہن کو تیار کرنے کی ضرورت ہے

معنوی نسل کشی اس وقت ہمارے ملک میں کیا خطرے درپیش ہیں۔ یہاں ایک نسل کشی معنوی طور پر اس کی پوری تیاری ہے۔ معلوم نہیں مجھے اس کے بعد کہنے کا موقع ملے گا یا نہیں! دینی تعلیمی کونسل کے اسٹیج سے مسلم پرسنل لاء کے اسٹیج سے یہ بات بار بار کہی جا چکی ہے اور انشاء اللہ کہی جائے گی لیکن یہاں تھوڑا وقت ہے۔ صرف اتنا عرض کردوں کہ اس وقت ہندوستان میں معنوی تہذیبی نسل کشی" یعنی کلچرل کے مسائل اس میں تہذیب اسلامی کے اعداء بڑی اچھی ذہانت اور بڑی قابلیت کے ساتھ (اگرچہ وہ قابلیت محمود تو نہیں لیکن بہرحال ان کے لحاظ سے بڑی قابلیت کی بات ہے) نسل کشی کا پورا سامان کیا جا رہا ہے۔ اور یہ چیز پیش نظر ہے کہ ہندوستان کو اسپین بنا دیا جائے۔ یہ بات بہت دل تھام کر کہنی پڑ رہی ہے۔ اور یہ مسلمان نام کے بھی مسلمان نہ رہیں نسلی طور پر مسلمان رہیں یہ تاریخ سے معلوم ہو کہ یہ مسلمان نسل کی اولاد ہے ان کے آباء و اجداد میں سے ہندوستان میں بعض قومیں حاکم رہیں اور ان کے آباء و اجداد حکومت کرتے تھے اس طریقہ سے کبھی انکے آباء و اجداد بھی مسلمان تھے۔ لیکن اب ذہنی طور پر، علمی و تعلیمی طور پر، فکری طور پر۔ یہاں تک کہ تحریری طور پر اس کا مکمل سامان فراہم کیا جا رہا ہے۔

نسلی وحدت کا اور پڑھنے لکھنے کی صلاحیت کا جہاں تک تعلق ہے؟ کہ کیا چیز ہم پڑھ سکتے ہیں کیا چیز نہیں پڑھ سکتے اور پھر اس سے آگے بڑھ کر تہذیب و معاشرت کے پیمانے سے بھی مسلمانوں میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے مسلمانوں کو اکثریت کے مقابلہ میں اکثریت سے کسی طرز کا امتیاز و التفات نہ رہ جائے۔ سب ایک نئے سانچے میں ڈھل کر نکلیں یہ بہت خطرناک منصوبہ ہے اور اس کے لیے بڑی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ تیاریاں ہو چکی ہیں بہت جگہ اس کے نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ خود ہندوستان میں اسلام کی بقا اپنی خصوصیت کے ساتھ بلکہ وہ مسلمان اس سطح پر ہوں کہ وہ دعوت دے سکیں اور دعوت دینا تو آگے کی بات ہے وہ کشش کا باعث بن سکیں۔ اس کو دیکھ کر اسلام کی قدر ہو۔ اور اسلام کی ضرورت کا احساس پیدا ہو اور ان کے اندر ایک امتیاز و بلندی محسوس ہو جبکہ مسلمان فاتحین جن ملکوں میں گئے عرب فاتحین انھوں نے اس ملک کو ایک نئے سانچہ میں ڈھال دیا وہاں تہذیب بدل گئی، معاشرت بدل گئی، دین بدل گیا۔

مدارس کا کام یہ حصہ ہمیشہ سے عربی تھوڑا ہی بولتا تھا۔ یہ توحید کا قائل تھوڑا ہی تھا آپ اگر فراعنہ کی تاریخ پڑھیں۔ انگریزی میں اس کا بڑا مواد ہے تو وہ تو بالکل اس زمانہ میں ہندوستان سے اس کا بڑا ہی پیوند تھا اور وہاں وہ چیزیں نکلی ہیں جو یہ بتاتی ہیں ہندوستان و مصر گویا ملا ہوا تھا برہمنی تہذیب بڑی پیاری ہے۔ اور اب بھی اس کے بہت سے نام اس طرح کے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے برہمنوں کی نسل تھے۔ اور جو آثار قدیمہ ہیں ان کے اندر بھی ایسی چیزیں ملی ہیں اس کے مقابلہ میں ہندوستان میں بھی مصر، شام، عراق، ایران اور ساسانی سلطنت کا پورا خطہ اور اس طریقہ سے آدھی دنیا یہ سب کے سب بالکل الگ تھے اور اس کا مذہب اس کی تہذیب بالکل جداگانہ تھی مگر عربوں نے بغیر جبر و اکراہ کے ان سب کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا۔ اسلامی تہذیب کو ان سب نے قبول کیا تو اس کی ضرورت ہے کہ ہمارے مدارس میں نظام تعلیم کے ساتھ استعداد آفرینی علمی استعداد پیدا کرنے کے ساتھ صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ احادیث و اصول حدیث، تفسیر اور علم کلام اور فلسفہ ان سب کے ساتھ خطرات کا احساس ہو اور خطرات کا مقابلہ کرنے کی ان کے اندر صلاحیت پیدا ہو۔ اظہار بیان کی قوت ہو، پاکیزہ ذوق ہو دعوت کے اصول و اسلوب سے واقف ہوں اور اس کے ساتھ ان میں وہ اخلاق اور وہ اوصاف ہوں کہ وہ خود داعی بنیں، زبان پر مکمل عبور ہو یا یہ نہیں کہ وہ عربی زبان سے وہ کلام لیں جو آج ایک حد تک بہت سے افراد لے رہے ہیں، میں بہت صفائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ ایک بہت بڑی آزمائش پیدا ہوگئی ہے۔ ہمارے ہی لوگوں نے عربی زبان کو معاش کا ذریعہ سمجھ لیا ہے۔ ان کو یہ معلوم ہے کہ اگر ہم خلیجی ملکوں یا ریاستوں میں جائیں یا سعودی عرب جائیں تو ہماری یہ عربی زبان نوکری دلائے گی اور جیسا کہ پہلے انگریزی پڑھکر ولایت جایا کرتے تھے انگلینڈ جایا کرتے تھے وہاں سے انگریزی پڑھ کر آتے تھے تو ملازمت مل جاتی تھی۔ اب ہمارے مدارس کے بہت سے طلبا اس شوق میں عربی پڑھ رہے ہیں کہ وہ عربی سے کام لیں، جو کبھی انگریزی سے لیا جاتا تھا یہ بڑی ناقدری ہے ان مدارس کی اور ایسے طلباء پر جو صلاحیتیں صرف کی جا رہی ہیں ان کے بارے میں جو محنتیں ہو رہی ہیں اور جو ایثار کیا جا رہا ہے اور ہمارے اساتذہ کرام اور بانیان عظام ان سب کو ناکام بنانا ہے۔ معاذ اللہ ان کی روحوں کو اگر وہ

دنیا سے چلے گئے ان کو تکلیف پہونچانا ہے اور جو زندہ ہیں ان کو شرمسار کرنا ہے۔ یہ عربی زبان ہرگز، اس لیے نہیں کہ آپ اس سے معاش حاصل کریں۔ معاش حاصل کرنا حرام نہیں ہرگز نہیں اگر اللہ دے ضرور لیجئے اور اس کا شکر کیجئے لیکن اس کو خالص ذریعہ معاش بنانا کہ جو اگر نہ ملے سے بلکہ اب انگریزی سے بھی وہ کام نہیں چل سکتا جو عربی سے چلتا ہے، ہمارا باہر جانا ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی پڑھ کر یہاں آدمی اتنا نہیں کما سکتا جتنا عربی پڑھ کر۔ وہاں اسے جو عہدے و منصب ملیں گے۔ اور وہاں سکہ کی قیمت میں جو تفاوت و فرق ہے، تو ایسا معلوم ہوگا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ میں آگئی، اور وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ یہ بہت بڑی ناقدری ہے، اس علم کی اور بڑی زیادتی۔ ناشکری ہے۔ مدارس کے قائم کرنیوالوں کی اور ان کی محنتیں صرف کرنے والوں کی۔

اس سے زیادہ میں اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا اور پھر کوئی گنجائش بھی نہیں۔ بہت سی وہ باتیں جو اس وقت کہنے کی ہیں، جو اس امت اور نئی نسل کیلئے بڑی خطرہ کی ہیں ان کی طرف ہمارے عزیز نے اپنی تحریر میں اشارات کر دئے ہیں ــــ میں آخر میں پھر اپنے اس تأثر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور میں اپنی خوشی کو چھپا نہیں سکتا کہ میرے قیاس اور میرے تصور سے بہت مختلف اور بہت بلند تر یہ نمونہ سامنے آیا۔ میں تو سمجھا تھا کہ ایک مدرسہ ہوگا، چہار دیواری ہوگی۔ وہاں جاکر اساتذہ سے ملاقات ہو جائے گی۔ مصافحہ ہو جائے گا، ہم دیکھ لیں گے کہ یہ ہے المعہد الاسلامی، جس کا نمونہ اطلاعاً اور وہاں کے لوگوں سے بھی رشتہ و تعلق ہے ــــ اتنے بڑے مجمع اور ایسے جلسے کا تو ذہن میں تصور تھا ہی نہیں۔ اور اچھا ہے کہ تھا نہیں ورنہ وہیں سے دَر شروع ہو جاتا اس لیے کہ میں اتنا تھکا ہوا تھا، اور اس وقت کچھ اپنی صحت کی وجہ سے، کچھ مشغولیت کی وجہ سے اتنا خستہ ہوں کہ شاید کوشش کرتا کہ معذرت کر دوں مگر یہ اچھا کیا کہ مجھ سے یہ بات چھپائی گئی اور اچانک مجھے آپ کو مخاطب کرنا پڑا۔

اس ادارہ کی قدر کیجئے! بہرکیف۔ آپ حضرات اس ادارہ کی قدر کیجئے۔ اس وقت ہمارے تمام مدارس میں نصاب تعلیم کے ساتھ۔ نصاب تعلیم پر میں اس وقت کچھ نہیں کہوں گا۔ جس کے جیسے تجربے ہوں، حالات ہوں، زمانہ شناسی اور اس کے خطرات کو سمجھنا اور اس لٹریچر کا مطالعہ کرنا خواہ اس وقت کے ذرائع ابلاغ سے ملتا ہو۔ اور چاہے وہ کتب خانوں کے اندر محفوظ ہوں ان سے واقف ہوں۔ ان کے ذریعہ سے مخالف اسلام طاقتوں کے ارادوں اور منصوبوں کا سمجھنا، ان کو اپنے اندر پیدا کرنا یہ ہمارے تمام مدارس میں ہو۔ اور یہ بھی حقیقت میں نصاب کا ایک جزو ہے اور جزو ہی نہیں بلکہ پورے نصاب پر اس فکر کو اس عزم کو حاوی ہونا چاہیے۔

خدا کا شکر ہے کہ مجھے اندازہ ہوا کہ یہ چیز یہاں اس ادارہ کے لیے کوئی نئی نہیں اور میں اس کی دعوت نہیں دے رہا ہوں بلکہ اس طرز پر سوچا جا رہا ہے اور سوچا جا چکا ہے اور یہ چیز ذہن میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو کامیاب کرے۔ آخر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس معہد کو ایک اضافہ اور ایک مدد و رسد سمجھا جائے۔ اس کے اندر رقابت کا جذبہ نہ نیز شبہ و آزمائی یا مقابلہ آرائی اس کا بالکل ذہن نہیں ہونا چاہیئے ہمیں تمام قدیم مدارس کا احترام کرنا چاہیئے۔ ان کے بانیوں کا ممنون ہونا چاہیئے۔ ان کے لیے دعائے خیر کرنی چاہیئے۔ ایصال ثواب کرنا چاہیئے۔ ان کے لیے دل میں بڑے احترام کا مقام رکھنا چاہیئے ــــ بہت خلائی سے کہتا ہوں کہ خیال بھی نہ آئے کہ ہم مظاہر علوم یا دارالعلوم

زکوٰۃ کی وصولیابی کا حق کسے؟

کیا نجی تنظیموں کے ذریعہ زکوٰۃ کی تقسیم کا نظم کرنا شرعاً درست ہے؟

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

زکوٰۃ کا مسئلہ اگرچہ قدیم ہے، مگر زکوٰۃ سے گریزی ذہنیت طرح طرح کے سوالات اٹھا کر اس کی ادائیگی سے بچنے کی راہیں ڈھونڈھتی رہتی ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ "زکوٰۃ وصول کرنا خلیفہ کی ذمہ داری ہے" گویا خلیفہ نہیں تو زکوٰۃ کا وجوب بھی نہیں اسی سلسلے میں حضرت عثمانؓ کے ایک خاص اقدام کی بابت بھی سوال کیا جاتا ہے، اسی ذہنیت کو سامنے رکھ کر یہ سطریں لکھی گئیں۔

زکوٰۃ کب فرض ہوئی اس جگہ یہ ذکر غیر ضروری نہ سمجھا جائے گا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہجرت کے پہلے یا دوسرے سال زکوٰۃ فرض ہوگئی تھی اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ فرضیت کا حکم مکہ معظمہ میں ہی (قبل ہجرت) نازل ہوگیا تھا مگر اس کی تفصیلات اور نصاب وغیرہ کی تعیین ہجرت کے بعد ہوئی[1] اسی فرضیت زکوٰۃ کے وقت کی تعیین) سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کے وقت نہ معروف معنی میں "اسلامی ریاست" قائم ہوئی تھی اور نہ باقاعدہ بیت المال ہی تھا۔ حضرت عمرؓ کے مشہور سوانح نگار ابن جوزیؒ کی تصریح کی رو سے تو بیت المال کا قیام "اوّلیات عمرؓ" میں سے معلوم ہوتا ہے:۔ ولم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال ولا لابی بکر الصدیق رضوان اللہ علیہ واول من اتخذ بیت المال عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) (نبی اکرمؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں بیت المال نہیں تھا، سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے (اپنے زمانۂ خلافت میں) بیت المال قائم کیا) ابن جوزی کی اس عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ اول کے زمانہ میں باقاعدہ "بیت المال" قائم ہی نہیں ہوا تھا بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قائم ہوا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کیا تغیر ہوا؟ حضرت عثمانؓ سے پہلے اموالِ باطنہ (سونا، چاندی، مالِ تجارت) کی زکوٰۃ بھی لوگوں سے لیکر بیت المال میں داخل کی جاتی تھی۔ انھوں نے صرف یہ تغیر کیا کہ صاحبِ نصاب لوگوں کو اپنے طور سے ضرورتمندوں پر زکوٰۃ تقسیم کر دینے کی ذمہ داری سونپ دی۔ یہ تغیر انتظامی سہولت کی غرض سے کیا گیا تھا، کیونکہ اموال باطنہ (سونے چاندی، مال تجارت) کی کثرت نے مال کی جمع و تقسیم کے نظم اور لوگوں کی مالی حیثیت کی تشخیص کے مسئلہ کو دشوار بنا دیا تھا، نیز اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کی مقدار جاننے کیلئے سرکاری عملہ کی تفتیش سے مال والوں کے ضرر کا اندیشہ تھا، مزید یہ کہ تارکِ زکوٰۃ کیلئے جہنم کے عذاب کی وعید کے استحضار نے ہر شخص کو زکوٰۃ کے فریضہ کی ادائیگی پر آمادہ کر دیا تھا اسلئے حکومت پر اس کا بار ڈالنا خلافِ مصلحت بلکہ لوگوں کے حقوق میں غیر ضروری مداخلت سمجھا گیا۔

کتب سیر و تاریخ کے مطالعہ سے اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولیابی کا ایسا اہتمام کسی زمانہ میں بھی خلیفۂ راشد کی طرف کیا گیا نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ اموال ظاہرہ (جانوروں اور غلہ وغیرہ کی زکوٰۃ) کے لیے ہوتا تھا، حضرت عثمانؓ کے اس اقدام کی وجہ جیسا کہ اوپر گزرا۔ محض انتظامی تھی اور عوام کے لیے سہولت پیدا کرنا بھی، جیسا کہ مشہور محقق عالم (جنھیں "ملک العلماء" کا خطاب بھی ملا تھا) علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:۔ "فلما کثرت الاموال فی زمانہ وعلم ان فی تبعیضہا زیادۃ ضرر بأربابہا رأی المصلحۃ ان یفوض الاداء إلی أربابہا باجماع الصحابۃ فصار أرباب الاموال کالوکلاء عن الامام (ان کے زمانہ میں جب دولت کی فراوانی ہوگئی اور انھیں یہ پختہ یقین ہوگیا کہ ہر شخص سے حساب فہمی کر کے زکوٰۃ وصول کرنا شدید مشقت بلکہ مضرت کا باعث ہوگا، تو انھوں نے اصحاب دولت کو صحابہ کے اتفاق سے یہ اختیار دیدیا کہ وہ از خود۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ مستحقین تک پہونچا دیں۔ اور وہ اس عمل میں گویا خلیفہ کے قائم مقام ہوں گے) اور حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ بھی ملتا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے "لاتبشر اھل ھذا المال بتعطیلہم وان ورثوہ" (اس مال والوں کو اس بات کی خوشخبری نہ دو کہ تم اس کے وارث ہو گے)

کیا خلیفہ کو تقدمِ مال کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے؟ لیکن اس کے بعد بھی امام کا یہ حق ساقط نہیں ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی امام کو یہ محسوس ہو کہ لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی میں سستی برت رہے ہیں تو وہ ان سے مطالبہ کر کے زکوٰۃ وصول کر سکتا ہے، بلکہ اس صورت میں اس پر ایسا کرنا لازم ہو جاتا ہے (اس وجہ کے بغیر نہیں) جیسا کہ آگے

علامہ موصوف یہی لکھتے ہیں:۔ ان الامام اذا علم من اهل بلدة انهم يتركون اداء الزكوٰة من الاموال الباطنة فانه يطالبهم بها، لكن اذا اراد الامام ان يأخذها بنفسه من غير تهمة الترك من اربابها ليس له ذلك لما فيه من مخالفة اجماع الصحابة [۳] (خلیفہ کو اگر یہ علم ہو کہ فلاں شہر کے لوگ اموال باطنہ کی زکوٰۃ خود ادا نہیں کر رہے ہیں تو وہ ان سے مطالبہ کرے۔ لیکن اس وجہ کے علاوہ وصول کرنا درست نہیں، کیونکہ اس سے صحابہ کے اجماع کی خلاف ورزی ہوگی)

اس تفصیل کے پیش کر دینے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں معلوم ہوتی کہ اجماع صحابہ سے کسی حکم کے ثابت ہو جانے کے بعد مزید کسی دلیل کی احتیاج نہیں رہتی کیونکہ یہ اجماع خود مستقل قطعی دلیل ہے، لہٰذا اس کے خلاف کرنا خرقِ اجماع ہوگا۔ (جو بہت سنگین بات ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں شدید وعید ہے:۔ ومن يبتغ غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم) مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد پھر یہی بندوبست مستقل طور پر رہا کیونکہ جس وجہ سے یہ اقدام کیا گیا تھا وہ وجہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں بدرجۂ اتم موجود تھی کیونکہ اموال کی کثرت اور دولت کی ریل پیل ان کے زمانہ میں اپنے آخری نقطہ پر پہونچ چکی تھی جس کا اشارہ اس سے بھی ملتا ہے کہ عام شراح حدیث نے (جس میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے محقق بھی شامل ہیں) حدیث "يكثر المال ويفيض حتى يخرج الرجل بزكوٰة ماله فلا يجد احدا يقبلها منه" [۴] کا مصداق حضرت عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ قرار دیا ہے (جس کی تفصیل فتح الملہم ج ۳ ص ۴۳ میں دیکھی جا سکتی ہے) اور یوں بھی اجماعِ صحابہ سے ثابت شدہ معمول کو حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا بدل دینا کسی طرح قابل فہم نہیں ہو سکتا الّا یہ کہ ان سے صراحۃً منقول ہو تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ ایسی صراحت ہمیں کہیں نہیں ملتی۔ لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ ان کے زمانہ میں بھی یہی معمول رہا۔

رہا حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کا دورِ خلافت، تو وہ جس طرح گزرا اس پر نظر رکھتے ہوئے یہ بات نہایت مستبعد نظر آتی ہے کہ خلیفہ کی طرف سے بلا ضرورتِ شدیدہ ایسا کوئی اقدام کیا گیا ہوگا، جس سے کارِ خلیفہ اور حکومت کی ذمہ داریاں غیر ضروری طور پر بڑھ جائیں اور جس کے نتیجہ میں مزید انتشار اور بے چینی پیدا ہونے کا خطرہ درپیش ہونے کے علاوہ (ایک ایسے زمانہ میں جبکہ وہ یونہی بہت سے اعتراضات کا ہدف بنے ہوئے تھے) اجماع شکن ہونے کا الزام بھی خلیفہ کے سر آسکتا ہو، اس کا بھی تقاضا یہی ہے کہ ان کے زمانہ میں بھی خلافتِ عثمانی کا یہ دستور باقی رہا ہوگا۔ البتہ حضرت علیؓ نے معدنی پیداوار (رکاز) کے خمس کی وصولیابی کا نظم سرکاری طور پر کیا تھا۔

اپنی زکوٰۃ خود ادا کرنا اس لیے اکثر ائمہ کے نزدیک اپنی زکوٰۃ خود مستحقین تک پہنچانا افضل بتایا گیا ہے، بعض علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اس بارے میں امام شافعیؒ تنہا ہیں، حالانکہ انھوں نے یہی نہیں بلکہ دوسرے ائمہ نے بھی اپنے طور پر مستحقین تک اموالِ باطنہ (نقد کی اور مال تجارت کی) کی زکوٰۃ پہونچا دینا افضل بتایا ہے، خواہ اسلامی حکومت ہو یا نہ ہو کیونکہ (جیسا کہ اوپر ابھی ذکر ہو چکا ہے) اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کی وصولی کا حکومت کی طرف سے خاص اہتمام، زمانۂ نبوت (اور اس کے بعد والے زمانوں میں بھی) نہیں تھا بلکہ لوگ خود لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

يستحب رفع زكوٰة الاموال الظاهرة الى السلطان دون الباطنة لأن النبي صلى الله عليه وسلم وخلفاءه كانوا يبعثون سعاتهم بقبض زكوٰة الاموال الظاهرة دون الباطنة [۵] (اموال ظاہرہ (جانور، غلہ وغیرہ) کی زکوٰۃ کا حکمراں کے ذریعہ ادا کرنا مستحب ہے نہ کہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کا کیونکہ زمانہ نبوت و خلفاء میں یہی معمول تھا، علاوہ ازیں علامہ کاسانیؒ نے امام ابو منصور ماتریدی سمرقندیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:۔ لم يبلغنا ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث في مطالبة المسلمين بزكوٰة الورق واموال التجارة ولكن الناس كانوا يؤدون ذلك [۶] علاوہ ازیں امام شافعیؒ نے اپنے طور پر زکوٰۃ نکالنے کی اصل وجہ ترجیح یہ بتائی ہے "اس طرح مستحقین تک زکوٰۃ کا پہنچنا یقینی ہو جاتا ہے" دوسرے طریقوں میں اس درجہ کا یقین نہیں ہوتا، امام موصوف فرماتے ہیں:۔ احب الي ان يتولى الرجل قسمتها عن نفسه فيكون على يقين عن ادائها [۷] لیکن اسے وہ صرف "پسندیدہ" کہتے ہیں (واجب نہیں فرماتے) بلکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی کو وکیل بنانا باتفاقِ ائمہ درست ہے [۸]

کیا زکوٰۃ غیر مسلم کو دی جا سکتی ہے؟

زکوٰۃ غیر مسلموں کو دینا کسی امام کے نزدیک جائز نہیں، لا يجوز صرف الزكوٰة الى الكافر بلا خلاف [۹] حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کیا گیا قول (کہ انھوں نے یہودیوں اور مسیحی مریضانِ جذام پر زکوٰۃ صرف کی) محتاجِ ثبوت ہے، ہو سکتا ہے کہ "بیت المال" سے خرچ کرنے کو..... زکوٰۃ سے خرچ کرنا سمجھ لیا گیا ہو، بہر حال یہ مسئلہ متفق علیہ اور غیر اختلافی ہے۔ اس کا مبنیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مشہور ارشاد ہے جو حضرت معاذؓ کو ہوا تھا

(توخذ من اغنيائهم وترد الى فقرائهم [۱۰])

کیا نجی تنظیموں کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہوگی؟ مذکورہ بالا تفصیل کے بعد اس سوال کا جواب بآسانی نکل آتا ہے کہ "اگر کچھ لوگ ایک انجمن یا ادارہ قائم کر کے شہری یا محلہ واری سطح پر زکوٰۃ کا نظم کرنا چاہیے۔ اور زکوٰۃ دینے والوں سے رضاکارانہ طور پر زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر تقسیم کریں تو شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں"؟ وہ یہ کہ اگر زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر تقسیم کرنے کی ذمہ داری لینے والے قابلِ اعتماد اور دیندار مسائل شریعت سے پوری طرح واقف لوگ ہوں اور یہ اطمینان ہو کہ یہ لوگ صحیح مصارف پر پوری ذمہ داری اور احتیاط کے ساتھ خرچ کریں گے تو ایسے لوگوں پر مشتمل تنظیم کا قیام نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہوگا لیکن اس تنظیم اور اس کے کارکنوں کی حیثیت زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے وکلاء کی ہوگی (یعنی یہ لوگ ان کے نائبین ہونگے) اس لیے جمع شدہ زکوٰۃ کا مال۔ جب تک صحیح مصرف میں خرچ نہیں ہو جائیگا۔ یعنی صدقہ کے مستحقین کو مل نہیں جائے گا اس وقت تک زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

ضروری بات! واضح رہے کہ ایسے رفاہی کاموں میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جن میں کسی مستحقِ زکوٰۃ کو شخص کو۔ مالک نہ بنا دیا جائے۔ اور ایسی تنظیموں کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کی حیثیت "العاملين عليها" کی نہ ہوگی۔ یعنی انھیں اجرت کے طور پر۔ زکوٰۃ کی رقم میں سے کچھ دینا شرعاً درست نہ ہوگا، اگر دیدیا جائے گا تو اس مقدار کے بقدر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ [۱۱] مختصراً یہ کہ "العامل" وہ ہے جسے امام (حکومتِ مسلمہ کے سربراہ) نے زکوٰۃ کی وصولیابی کیلئے مقرر کیا ہو جیسا کہ صاحب ہدایہ نے "العامل" کی تعریف میں صراحت کر دی ہے [۱۲] بلکہ امام ابوبکر جصاصؒ رازی نے تو آیت کے اس جزء (العاملين) سے ہی امام کے لیے زکوٰۃ کی وصولی کا حق ثابت کیا ہے، اگر "العاملين" کا تنہا اسے مصداق قرار نہ دیا جائے بلکہ امام کی طرف سے مقرر کردہ شخص (یا اشخاص) کے علاوہ بھی کسی اور کو "العامل" قرار دیدیا جائے تو امام جصاصؒ کے طرزِ استدلال کی رو سے امام کیلئے وصولیٔ صدقہ کا حق ہی محلِ نظر ہو جائے گا [۱۳]

---

[۱] اس بارے میں سیر حاصل بحث اور تفصیلات مؤطا کی شرح "اوجز المسالک" جلد ۳ ص ۱۳۵ اور مسلم کی شرح فتح الملہم جلد سوم ص ۲۰۱ میں دیکھی جائیں، مشہور مؤرخ و مفسر حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں سورہ مزمل کی آیت "واقيموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔ اى اقيموا صلاتكم الواجبة عليكم وآتوا الزكوٰة المفروضة وهذا يدل لمن قال بان فرض الزكوٰة نزل بمكة لكن مقادير النصب والمخرج لم تبين الا بالمدينة (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۴۳۹)

[۲] سیرت عمر بن الخطاب ابن الجوزی ص ۸۷

[۳] بدائع جلد ۲ ص ۷

[۴] مال کی ایسی ریل پیل ہوگی کہ لوگ اپنی زکوٰۃ لئے لئے پھریں گے مگر اسے قبول کرنے والا نہیں ملیگا

[۵] یعنی لوگوں کے سامان کی زکوٰۃ وصول کرتے وقت تلاشی نہ لیا کرو (رد المحتار جلد ۲ ص ۴۰)

[۶] الکافی (جلد ۱ ص ۴۴۱) لابن قدامہ الحنبلی

[۷] بدائع (جلد ۲ ص ۳۵، ص ۳۶) اور یہ بھی ملتا ہے کہ: منهم من كان يحمل الى الائمة فيقبلون منه ولا يسألون احدا على مبلغ ماله (ایضاً جلد ۲ ص ۴۶)

[۸] الأم جلد ۲ ص ۱۹۔ اس عبارت کا مفہوم وہی ہے جو ابھی اوپر خط کشیدہ عبارت کے اندر بیان ہوا۔

[۹] امام غزالی نے "الوجیز" ج ۱ ص ۱۸۸ میں صراحت کر دی ہے کہ حج و زکوٰۃ میں نیابت جائز ہے۔

[۱۰] بدائع جلد ۲ ص ۴۹ (کافروں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اس میں کسی امام کا اختلاف نہیں)

[۱۱] یہ متفق علیہ روایت ہے (بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے)

[۱۲] تفصیل اور دلائل کیلئے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل" ص ۶۰

[۱۳] (ہدایہ اولین جلد ۱ ص ۱۸۰، باب المصارف)

[۱۴] (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "احکام القرآن" للجصاص، جلد سوم ص ۱۰۳۔ تفسیر آیت توبہ "انما الصدقات للفقراء الخ") اسی طرح بدائع جلد ۲ ص ۳۵ میں بھی ہے

(بقیہ) عالمِ اسلام

مغربی میڈیا نے اس کانفرنس کے مندرجات کی مخالفت کرنے والے مسلم ملکوں کو رجعت پرست سے تعبیر کیا، جبکہ مسیحی دنیا کے دینی مرکز وٹیکن سٹی نے بھی اس کانفرنس کی شدت سے مخالفت کی، لیکن اس کے لئے صرف وٹیکن سٹی کا لفظ استعمال کیا گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مغربی سوسائٹی کی طرح مشرقی سوسائٹی اجتماعی خودکشی کی راہ پر گامزن ہوگی یا پھر پسماندگی اور رجعت پرستی کو اختیار کر کے زندہ رہے گی۔

(بقیہ) اداریہ

اور زين لهم الشيطٰن اعمالهم کی لگام لگا کر جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ اور اس طرح کے بیہودہ خدشات پیدا کر کے بھیڑ بکری کے ریوڑ کی طرح جدھر چاہتا ہے ہانکتا ہے۔ افسوس اس کا ہوتا ہے کہ جو ملت ان خطرات سے انسانیت کو بچانے والی اور آگاہ کرنے والی ہے خود اس کے افراد ان شیطانی چالوں کا شکار ہو جاتے ہیں

بنیاد پرستی کی مخالفت کی بنیاد

عبد اللہ حسنی ندوی

قدروں کے رکھوالوں اور اخلاق پسندوں نے طعنے تو طرح طرح کے سنے اور سہے ہیں۔ قداف پرستی کی تہمت پرانی ہو چکی، کنویں اور تالاب کے مینڈھک کی کہانی بھی فرسودہ ہو گئی، ملا اور ملائیت کا الزام بھی پردۂ خفا میں جا چکا ہے۔ ہاں ابھی دہشت گردی کٹر پسندی کی آواز بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک نیا نعرہ موجودہ دنیا کے سرپرست (امریکہ) کی طرف سے تحفہ میں دنیا کو ملا ہے جو بڑے زور شور سے چلایا جا رہا ہے، ایسے زور سے کہ اچھے خاصے لوگ بھی اس کا شکار ہو گئے ہیں۔ وہ نعرہ بنیاد پرستی کا ہے، یہ بھی قدامت پسندی میں شمار ہوگا اگر استاذ مغرب کا یہ سبق نہ دُھرایا گیا، آنکھوں سے لگایا نہ جائے، دل سے اس کی قدر کی نہ جائے، ہمارے بعض پڑھے لکھے بھی اپنی تقریروں میں اور تحریروں میں یہ کہنے لگتے ہیں کہ بنیاد پرستی ہمارے معاشرہ کا روگ ہے اس کے خطرہ سے آگاہ رہنا چاہیئے، بلکہ اس تحفہ کو قبول کرنا چاہیے اس کی قدر کرنی چاہیے کیونکہ یہ ایک ایسے سرپرست کی طرف سے ہے جس نے بڑے تجربہ اور حالات کے جائزہ کے بعد یہ نسخہ تجویز کیا ہے اس کو پورا تجربہ ہے، اس کے یہاں قدریں پامال ہو چکی ہیں، خاندانی نظام درہم برہم ہو چکا ہے، ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو چکا ہے، انسانیت سسک سسک کر دم توڑ چکی ہے، اور بات اب یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ جو قیامت میں ہونا تھا وہ یہاں ہو رہا ہے، ولدیت باپ سے نہیں ماں سے لکھی جانے لگی ہے، دنیا میں سنا تھا کہ جانوروں کا نسب ماں سے چلتا ہے، انسانوں کا باپ سے لیکن بے اعتمادی بے حیائی نے یہ دن بھی دکھا دیئے کہ باپ کا نام ولدیت سے غائب ہو گیا، اسطرح ان کی بنیاد ختم ہو چکی ڈھا چکی ملیامیٹ ہو چکی، اب ایسے بے بنیاد لوگوں، تجربہ کار لوگوں کی طرف سے جو بنیاد پرستی کا تحفہ ہم کو پیش کیا جائے تو کیوں قبول نہ کیا جائے۔ بلکہ ہم کو اس پر فخر ہونا چاہیئے اور للہ شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم بے بنیاد نہ ہوئے ابھی بنیاد باقی ہے اور جب تک بنیاد باقی ہے عمارت باقی ہے۔ اور جس کی بنیاد غائب ہو چکی، بلکہ ترقی کے جنون میں بنیاد پرستی جرم ٹھہر چکا ہو تو ایسی بے بنیاد عمارت کا کوئی بھروسہ نہیں اگرچہ عمارت کیسی ہی فلک بوس کیوں نہ ہو، ایک ہوا کا بگولہ، ایک زلزلہ کا جھٹکا اس کو زمین بوس بنانے کیلئے کافی ہے ؎

جنوں کا نام خرد رکھدیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

لیکن حیرت ہوئی اور تعجب بھی ان بنیاد پرستوں پر جو بنیاد رکھتے ہوئے بھی گھبرا گئے۔ اور بے بنیاد لوگوں کی لے میں لے اور سر میں سر ملانے لگے، تقریروں میں تحریروں میں، محفلوں اور جلسوں میں بھی راگ الاپنے لگے، ہم یہ نہیں کہتے انھوں نے امریکہ کی غلامی میں یا بنیاد کو ڈھانے کیلئے ایسا کیا بلکہ شدت تأثر میں یا حقیقت ناشناسی میں ایسا کر گئے، نتیجہ اس کا ضرور یہ نکلا کہ جو چاہتے تھے وہ نہ ہوا، دفاع اور تلافی کے بجائے بنیادیں ہلنے کا اندیشہ ہو گیا،

تغافل سے جو باز آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

مبارک ہو بنیاد پرستوں کو، اور بھلا ہو بے بنیاد لوگوں کا کہ ہوشیار کر دیا، بنیاد کی حفاظت کرنے اسکو مضبوط کرنے کا حوصلہ پیدا کر دیا، اللہ تعالیٰ ہم کو بنیاد مضبوط سے مضبوط کرنے کی مزید توفیق دے کہ دوسروں کو بھی مضبوط بنیادیں فراہم کر سکیں۔ آمین،

نعت

حکیم عزیز الرحمٰن أعظمی

بتاؤں کہ کیا ہیں مدینہ کی گلیاں — کسی کا پتہ ہیں مدینہ کی گلیاں
ستاروں نے ذروں کو آنکھوں میں رکھا — بڑی پر ضیا ہیں مدینہ کی گلیاں
یہاں کا ہر اک ذرہ تعویذ کلفت — مرا آسرا ہیں مدینہ کی گلیاں
حقیقت جو پوچھو تو تم کو بتاؤں — حقیقت نما ہیں مدینہ کی گلیاں
جبیں کیوں نہ جھک جائے اس آستاں پر — مرا مدعا ہیں مدینہ کی گلیاں
نگاہوں میں ہے آرزوئے مدینہ — دلوں کی دوا ہیں مدینہ کی گلیاں
کہو جا کے بیمار ہجر نبی سے — کہ دار الشفا ہیں مدینہ کی گلیاں

قبولِ خدا ہو مری بندگی بھی
صلہ میں عطا ہوں مدینہ کی گلیاں

عالم اسلام

حمیت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

نذر الحفیظ ندوی ازہری

یہودی دماغ اور مسیحی دنیا کے وسائل دونوں مل کر براہ راست بھی اور اقوام متحدہ کی آڑ لے کر بھی مسلم ممالک پر سیاسی و اقتصادی یورش کرتے رہتے ہیں، اور کچھ عرصہ سے فوجی اقدامات بھی کئے جانے لگے ہیں، اب تازہ ترین اقدام اور غیر معمولی جرأت مندانہ فیصلہ یہ کیا گیا ہے کہ مسلم ممالک کی رہی سہی عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالا جائے اور خود ان کے گھروں میں داخل ہو کر حمیت و غیرت اور دامن عفت کو تار تار کر دیا جائے۔ قاہرہ میں اقوام متحدہ کی آبادی سے متعلق کانفرنس اس کا ثبوت ہے۔

یہ کانفرنس کسی یورپی و امریکی منطقہ میں ہوتی تو شاید لوگ اس کا نوٹس بھی نہ لیتے لیکن قاہرہ میں اس طرح کی خطرناک کانفرنس کا انعقاد اپنے اندر بہت معانی اور پیغام رکھتا ہے۔

قاہرہ میں اس کانفرنس کے انعقاد سے عربوں کی غیرت و حمیت کا بیرومیٹر دیکھنا ہے کہ عربوں کی حس اس معاملہ میں بہت بڑھی ہوئی ہے اس لئے بھی کہ مصر عالم اسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے، اس کی قیادت ادبی، فکری اور سیاسی میدانوں میں مسلّم ہے، پھر ازہر جیسی عالمی دانش گاہ جو دینی رہنمائی کا مرکز ہے، جس کی صدائے بازگشت پوری دنیا میں سنائی دیتی ہے اور اس عظیم الشان تاریخی مرکز سے بلند کی جانے والی آواز کا وقار و اعتبار ابھی تک کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہے، اس قاہرہ میں مجمع بحوث الاسلامیہ اور ہیئۃ کبار العلماء جیسے ادارے ہیں جن کی رائے علمی اور دینی معاملات میں حرف آخر مانی جاتی ہے، مشرق وسطیٰ ہی نہیں پورے عالم اسلام کی سب سے بڑی موثر اور طاقتور دینی تحریک اخوان المسلمین یہیں سے اٹھی اور اس نے غیر معمولی اثرات ڈالے، ان سب کے برعکس مسلم ممالک کی نمائندگی پاکستان کی ڈاکٹر نفیسہ صادق کے ذریعہ کرائی جا رہی ہے جو امریکی و پاکستانی شہریت رکھتی ہیں اور اقوام متحدہ میں آبادی سے متعلق شعبہ کی انچارج ہیں۔

اس کے بعد ہوا یہ کہ ازہر، مجمع البحوث الاسلامیہ، ہیئۃ کبار العلماء، اخوان، رابطہ عالم اسلامی اور دیگر عالمی دینی تنظیموں اور جماعتوں کے شدید احتجاج اور خود وٹیکن سٹی کی مرضی کے خلاف یہ کانفرنس قاہرہ کی سرزمین پر منعقد ہو کر رہی، بالفاظ دیگر اس کانفرنس نے عربوں کی غیرت و حمیت کو خصوصاً اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو عموماً چیلنج دیا کہ اگر تم لوگ اپنے معاشرہ کو جنسی آزادی سے محروم رکھو گے تو تمہاری اقتصادی امداد بند کر دی جائے گی اس کے بعد فوجی مداخلت کی جائے گی۔ تازہ اطلاعات یہ ہیں کہ جب امریکہ نے مصر کو یہ دھمکی دی کہ اگر وہ اس کانفرنس کی مخالفت کرے گا تو اس کی اقتصادی امداد بند کر دے گا، تو مصر نے مخالفت نہ کرنے کا وعدہ کیا اور ان ہزاروں لوگوں کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا جو اس کانفرنس کی سرگرم مخالفت کر رہے تھے۔ اس کے ساتھ ازہر اور اخوان کے بیانات کو شائع نہ کرنے اور آئندہ ازہر کے رول کو محدود کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ اگرچہ ابتدا میں مصری حکومت نے سعودی عرب کے دباؤ پر وعدہ کر لیا تھا کہ وہ اس کانفرنس کی کسی ایسی قرارداد کو تسلیم نہیں کرے گی جو دین و مذہب کے خلاف ہو، لیکن اپنی سرزمین پر اس نے کانفرنس کی اجازت دے کر اپنے منہ پر خود ہی کالک مل لی۔

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

مغربی میڈیا نے حسب معمول اس کانفرنس سے متعلق جو اعداد و شمار شائع کئے ہیں وہ پوری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مرادف ہے۔ اقوام متحدہ کے دعوے کے مطابق دنیا کی آبادی جس تیزی سے بڑھ رہی ہے اس سرعت سے غذائی پیداوار میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے، اس لئے بڑھتی ہوئی آبادی پر پابندی لگنی چاہیئے اس کانفرنس کے انعقاد کا بنیادی مقصد (مغربی میڈیا کے بقول) آبادی پر پابندی لگانے کے وسائل کی جستجو اور غذائی پیداوار کو بڑھانے کے طریقوں پر غور کرنا ہے، اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق اس وقت پوری دنیا کی آبادی ساڑھے پانچ ہزار ملین ہے، ۲۰۳۰ء تک یہ آبادی بڑھ کر ساڑھے آٹھ ہزار ملین ہو جائے گی اور اکیسویں صدی کے اواخر تک دس ہزار ملین ہو جائے گی، بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے اعداد و شمار کے مطابق نوے فیصدی آبادی کا یہ اضافہ ترقی پذیر ملکوں میں ہوگا۔ اس وقت ترقی پذیر ملکوں میں سالانہ اوسط آمدنی فی کس تین سو پچاس ڈالر ہے، مالیاتی بینک نے پیش گوئی کی ہے کہ جرمنی، اٹلی، ہنگری، پرتگالی، یونان اور

اسپین کی آبادیوں میں کمی ہو جائے گی۔ یورپی اتحاد میں شامل ملکوں کی آبادی آئندہ پچاس سالوں میں تین سو چوالیس ملین سے گھٹ کر دو سو چھیاسی ملین رہ جائے گی۔ جب کہ اس مذکورہ بالا ممالک میں پیدائش کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے، لیکن جو بات باعث تشویش ہے وہ یہ کہ اس وقت یورپی اتحاد میں شامل ملکوں میں کام کرنے کی صلاحیت رکھنے والوں کی تعداد ایک سو پچپن ملین ہے، جو نصف صدی کے اندر گھٹ کر ایک سو اٹھارہ ملین رہ جائے گی۔ اسی کے ساتھ مغربی ممالک سب سے زیادہ جس بات سے خوفزدہ ہیں وہ یہ ہے کہ کارکنوں کی کمی پوری کرنے کے لئے مسلم ملکوں سے آدمی منگوانے پڑیں گے، دوسری طرف خود اس کی اصلی آبادی میں لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔

یہ تو مسئلہ کا ایک پہلو ہے، دوسرا پہلو جس کو مغربی میڈیا نظر انداز کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آبادی میں اضافے کا تو وہ رونا روتا ہے لیکن یہ نہیں بتاتا کہ آبادی میں اگر ۷ء۱ بز اضافہ ہوا ہے تو غذائی پیداوار میں سالانہ ڈھائی فیصدی کا اضافہ ہوتا رہا ہے۔

دوسری حقیقت جس کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے وہ یہ کہ ترقی یافتہ صنعتی ممالک کے باشندوں کی اوسط عمر بہتر سال ہوا کرتی ہے جبکہ ترقی پذیر ملکوں کے باشندوں کی اوسط عمر اٹھاون سال ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر صنعتی ملکوں کا ہر ایک فرد ترقی پذیر ملکوں کے چوبیس افراد کے برابر حصہ رسدی حاصل کرتا ہے، ایک امریکی اوسطاً سالانہ سات ہزار چھ سو کیلو گرام اور ایک جرمن تین ہزار چھ سو تریسٹھ کیلو گرام پٹرول استعمال کرتا ہے جبکہ ترقی پذیر ملکوں کے ہر فرد کے حصہ میں سالانہ صرف تین سو سینتیس کیلو گرام پٹرول آتا ہے۔

ترقی پذیر ملکوں کو اسلحہ فروخت کر کے مغربی ملکوں نے ۱۹۹۳ء میں ساڑھے چھبیس ارب ڈالر کمائے، اس میں ۷۶ بز امریکہ کا تھا فرانس کا دوسرا نمبر تھا۔

اسی طرح تیسری دنیا کے ذمہ ترقی یافتہ صنعتی ملکوں کا جو قرضہ ہے وہ سو سمیت سترہ سو ارب ڈالر ہے، ان قرضوں میں عرب ممالک کے حصہ میں ۱۱ بز ہے، یعنی ایک سو چورانوے ارب ڈالر۔

اگر مغربی ملکوں کو آبادی کے اضافہ کی ایسی ہی فکر اور پریشانی ہے اور وہ اس دعوے میں سچا بھی ہے تو اسے چاہئے کہ ان تمام قرضوں کو معاف کر دے اور اسلحہ کی فروختگی پر کچھ پابندی لگا دے جس کا کوئی تعلق غذائی پیداوار سے نہیں ہے"۔ ترقی پذیر ملکوں کی زائد آبادی کو روکنے کے لئے ترقی یافتہ ممالک تمام اخراجات کا صرف دو فیصدی حصہ دیں۔

حقائق کیا کہتے ہیں

مغربی ملکوں کا یہ دعویٰ کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ جب سے خواتین کو عوامی زندگی میں شریک کیا گیا ہے اور انھیں مکمل مساویانہ حقوق عطا کئے گئے ہیں اس وقت سے مغربی معاشرہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو گیا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک ترقی یافتہ ملکوں نے خواتین کو مساویانہ درجہ دیا ہی نہیں ہے۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی مادی اور صنعتی ترقی میں تین صدیوں کی محنت شامل ہے۔ اس کے ساتھ یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہئے کہ خواتین کو مغربی سرمایہ داروں نے دفاتر میں اس وقت مجبوراً جگہ دی جب مرد ملازمین نے ٹریڈ یونینوں کے ذریعہ ان کی زندگی دوبھر کر دی تھی۔ چوتھی حقیقت جس کو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں وہ یہ کہ ترقی پذیر ملکوں میں جب مردوں میں بے کاری کا تناسب چالیس سے ساٹھ فیصدی تک ہے تو پھر خواتین کو دفاتر اور کارخانوں میں کام کیسے مہیا کیا جائے گا۔ پھر بالفرض اگر ان ترقی پذیر ملکوں نے خواتین کو مکمل آزادی اور مساوات کا درجہ دے بھی دیا تو اس سے صرف جزئی طور پر یہ مسئلہ حل ہو گا۔ دوسرے سینکڑوں بنیادی مسائل جو اس سے کہیں زیادہ اہم اور سنگین ہوں گے وہ سر اٹھائیں گے، اس کی دلیل خود مغربی سوسائٹی سے فراہم اس طرح ہوتی ہے کہ سماجی سروے میں ہر روز تشدد، جنسی جرائم، منشیات اور قتل و غارت گری اور غنڈہ گردی سے متعلق جو حقیقت قدر مشترک کے طور پر تسلیم کی جاتی ہے وہ یہ ہوتی ہے کہ ان سب کا بنیادی سبب خاندانی شیرازہ کا بکھراؤ اور اخلاقی قدروں کا خاتمہ ہے، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ۴۵ بز لوگ بغیر شادی کے یورپ و امریکہ میں زندگی گذار رہے ہیں۔ طلاق کا تناسب ۶۰ بز سے زیادہ ہو گیا ہے، مغربی خواتین کی ۹۰ بز تعداد ماں بن کر گھروں کی چہار دیواری کے اندر محفوظ زندگی گذارنے کی متمنی ہے، لیکن ڈیڑھ سو سال سے آزادئ نسواں کے دلفریب نعروں کے نتیجہ میں اس وقت ۸۰ بز خواتین مردوں کی جنسی تسکین کا سامان فراہم کر رہی ہیں۔ ۵۰ بز خواتین اگرچہ ملازمت کرتی ہیں لیکن وہ بھی چوتھے اور پانچویں درجہ کی ہے۔

اجتماعی خودکشی

اقوام متحدہ، جس کے زیر اہتمام یہ کانفرنس تحدید آباد کے نام سے ہو رہی ہے کی تازہ ترین رپورٹ میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ صرف تینتیس ممالک ہی مرد و زن کے درمیان مساوات

کے قائل ہیں، لیکن جو ممالک قائل ہیں وہ بھی مکمل طور پر خواتین کو مساویانہ حقوق نہیں دیتے۔ اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ جاپان صنعتی ترقی کے میدان میں درجہ اول پر فائز ہے لیکن اس کے یہاں خواتین کو اقتصادی میدان میں سترہواں درجہ دیا گیا ہے، یورپ و امریکہ کی خواتین کو مردوں کے مقابلہ میں نصف تنخواہ دی جاتی ہے، دس فیصدی سے کم سیاسی اور چار فیصدی سے کم وزارتی منصب میں اس کو جگہ دی گئی ہے۔

قصر اشتراکیت کے زمیں بوس ہو جانے کے بعد مشرقی ملکوں سے ۸۰ بز خواتین کو فحاشی کے مقصد سے مغربی ملکوں کو فراہم کیا جاتا ہے، دیوٹی کا یہ کاروبار زیادہ تر جرمنی میں ہوتا ہے۔ فلپائن، تھائی لینڈ اور سری لنکا سے ۲۰ بز اور برازیل، جنوبی امریکہ اور کیریبی کے علاقوں سے دس فیصدی خواتین سپلائی کی جاتی ہیں۔ فحاشی کے اس کاروبار میں مسابقت کی وجہ سے ایک عورت کی قیمت تو ہزار ڈالر سے گھٹ کر پانچ ہزار ڈالر پہونچ گئی ہے (رپورٹ ۱۹۹۳ء)۔

اقوام متحدہ کی نگرانی میں مغربی جرمنی کی سوسائٹی کا جو سروے کرایا گیا ہے اس کا تجزیہ کرنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ دیگر مغربی ملکوں میں خواتین کی حالت زار کیا ہے۔

مغربی جرمنی کے صرف ایک مرکزی شہر برلن میں مطلقہ خواتین کے لئے حکومت کی طرف سے تین سو پچیس مراکز قائم کئے گئے ہیں، ۱۹۹۲ء میں ان پناہ گاہوں میں آنے والی خواتین کی تعداد پچیس ہزار تک پہونچ گئی۔ یہ وہ خواتین تھیں جن کو ان کے عاشقوں نے گھر سے نکال دیا تھا یا حمل کے بعد طلاق دے دیا تھا۔ مزید پناہ گاہوں کی تعمیر سے جرمن حکومت نے انکار کر دیا۔

• مغربی جرمنی کے دوسرے شہر ویزبادن میں ۱۹۵۰ء سے ۱۹۹۲ء تک باقاعدہ شادی کر کے ازدواجی زندگی میں داخل ہونے والوں کی تعداد کم ہوتے ہوتے ۲۵ بز تک پہونچ گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ۷۵ بز لوگ بغیر شادی کے زندگی گذار رہے ہیں۔

• پورے ملک میں سالانہ پیدائش کی شرح پندرہ لاکھ سے گھٹ کر آٹھ لاکھ تک پہونچ گئی ہے۔

• اسّی ملین بالغ انسانوں میں پچیس ملین تنہائی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

• بغیر اولاد کے میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گذارنے والوں کا تناسب ۳۰ بز ہے۔

سماجی ماہرین نے تحلیل و تجزیہ کے بعد نتیجہ یہ نکالا ہے کہ چونکہ خواتین کثرت سے ملازمت کرتی ہیں اس لئے ازدواجی زندگی کی اہمیت صفر کے برابر ہو گئی ہے۔

۹۰ بز تعداد شادی کے خواہش مند مرد و زن کی عمریں بیس اور تیس سال کے درمیان ہیں، یہ لوگ اولاد کی خواہش رکھتے ہیں لیکن مالی پریشانیوں کے سبب اولاد کی پیدائش کو اچھا نہیں سمجھتے۔ دوسرے لفظوں میں آزادانہ جنسی تعلقات کو ترجیح دیتے ہیں۔

• ۱۹۹۲ء میں آٹھ لاکھ جرمن خواتین حاملہ ہوئیں ان میں سے صرف پچاس ہزار نے بچوں کو جنم دیا، باقی نے اسقاط کو ترجیح دی، اس لئے کہ یہ حمل ان کی مرضی کے خلاف ہوا تھا۔

• ایک تہائی جرمن بچوں کی پیدائش کے وقت ان کی ماؤں کی عمریں تینتیس سال تھیں۔

اسی سے ملتے جلتے حالات یورپ و امریکہ کے ہیں۔ اسی بنا پر مغربی ملکوں کو اندیشہ ہے کہ ۲۰۲۹ء تک مسلم ملکوں میں پیدائش کی شرح ۵۱ بز تک بڑھ جائے گی۔

اس پس منظر میں قاہرہ کانفرنس میں پیش کئے جانے والے دستاویزات کا جائزہ لیجئے گا تو معلوم ہو گا کہ آبادی کو کنٹرول کرنے کے نام پر فحاشی و بدکاری کو فروغ دینے کا منصوبہ پیش کیا گیا ہے، اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آزادانہ جنسی میل ملاپ کے موضوع کو ایک سو صفحات میں جگہ دی گئی ہے، جبکہ صرف دس صفحہ میں غذا، فصلے پیداوار اور اقتصادی ترقی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ہم بغیر کسی تبصرہ کے ان دستاویزات کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

فصل ۶ ۔ ص ۳۶ ۔ حکومتوں کو چاہئے کہ نوجوان حاملہ لڑکیوں کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کریں اور ان کو وہی درجہ دیں جو معاشرہ میں دوسری خواتین کو دیا جاتا ہے۔

فصل ۷ ۔ دفعہ ۲ ۔ معاشرہ کے تمام افراد کو خواہ وہ شادی شدہ ہوں۔ یہ بنیادی حق ملنا چاہئے کہ انھیں جنسی میل ملاپ کی آزادی ہو۔ وہ خود یہ طے کریں کہ اولاد پیدا کریں یا نہ کریں کب اور کتنی اولاد ہو، اس لئے کہ بنیادی اہمیت انسانی صحت کو ہے۔

اسی دفعہ کے تحت بالغ نوجوانوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ "وہ ذمہ دارانہ طریقے سے جنسی اختلاط سے متعلق معلومات حاصل کریں اور انھیں راز میں رکھیں۔

سن بلوغ کو پہونچنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کو حکومت دفعہ ۷ بز ۳۹ کے تحت مفت طبی خدمات پیش کرے اور انھیں مانع حمل اشیاء، نیز ایڈس کے امراض سے بچنے کے طریقے بتلائے۔ اگر کسی کو ناپسندیدگی کے باوجود حمل ٹھہر جائے تو اس کو اسقاط کی سہولت فراہم کرے۔

دفعہ ۷ بز ۴۵ کے تحت غیر شادی شدہ لڑکیوں کو اگر استقرار حمل ہو جائے تو خاندان

ذمہ داروں اور حکومت دونوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ ایسے بچوں کی پیدائش کے بعد مکمل نگہداشت کریں اور ان کے ساتھ سماجی سطح پر وہی معاملہ کیا جائے جو عام بچوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔

دفعہ ۱۵/۶ کے تحت نوجوان لڑکے لڑکیوں کو بتایا جائے کہ جنسی میل ملاپ کو کیسے عمل میں لایا جائے، اسکول، ذرائع ابلاغ اور والدین، تینوں کا یہ فرض ہے کہ وہ نئی نسل کی جنسی تربیت کے مواقع مہیا کریں اور انھیں بتائیں کہ وہ کون سے محفوظ ذرائع اختیار کریں جن سے ابتدائی مراحل میں ناپسندیدہ حمل سے بچ سکیں اور وہ کون سا ذریعہ اختیار کریں کہ جنسی امراض سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ نئی نسل کے حقوق ہیں جو انھیں ملنے چاہئیں۔

ترقی پذیر ملکوں کو چاہئے کہ وہ ایسا ماحول فراہم کریں جس میں جلد شادی سے لوگ بچ سکیں۔

ہم جنسی سے لطف اندوز ہونے سے صحت کو خطرہ نہیں البتہ ایڈس سے بچنے کا طریقہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے۔

دفعہ ۱۹/۸ میں اسقاط حمل سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں کہ جن نوجوان لڑکیوں کو ناپسندیدگی کے باوجود حمل ٹھہر جائے اور ان کی صحت کو خطرہ نہ ہو تو انھیں اسقاط حمل کی سہولتیں مفت فراہم کی جائیں۔ اگر بار بار اسقاط حمل سے صحت کو خطرہ ہو تو ایسی لڑکیوں کی صحت کی خصوصی فکر حکومت کرے۔

کر دیا سفاک نے میدان صاف
اور وہ بھی حامل اسلام کے دھڑکتے ہوئے دل قاہرہ میں۔ اس کانفرنس میں تین مسلم ملکوں کے سوا تمام ہی مسلم ممالک بڑے وفود کے ساتھ شریک ہوئے۔

باقی صـ۱۳ پر

جملہ پریشانیوں کا عجیب حکیمانہ علاج

فرمایا کہ میں نے جونپور سے حضرت حکیم الامتؒ کو خط لکھا کہ بیمار ہوں، مقروض ہوں، تمام خط پریشانیوں سے بھرا تھا۔ اس خط کا جواب مشفق سے مشفق معالج یہی لکھتا کہ صدمہ ہوا۔ دل سے دعا کرتا ہوں یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو مگر ہمارے حضرت حکیم الامتؒ نے ایسا جواب لکھا کہ سبحان اللہ! رخ بدل دیا۔

حضرتؒ نے لکھا کہ حالات موجودہ میں بدون استحقاق جو نعمتیں آپ کو حاصل ہیں آپ نے اس خط میں ان کا کوئی ذکر نہ کیا اگر وہ بھی سلب ہو جائیں تو کس قدر مصائب کا سامنا ہو اس جواب نے میرا رُخ بدل دیا تمام پریشانیاں سکون سے تبدیل ہو گئیں۔

فرمایا کہ ہر نعمت پر شکر کی عادت ڈالئے اس پر ترقی نعمت کا وعدہ ہے اور معاصی سے بھی حفاظت رہے گی۔ شکر کی چار صورت ہے:۔ (۱) احساس شکر یعنی دل میں یہ خیال کرنا کہ بدون استحقاق عطا ہوا ہے یہ احساس شکر ہے۔ (۲) زبان سے اللھم لک الحمد و لک الشکر کہنا۔ (۳) نعمت کا استعمال صحیح ہو مثلاً بینائی کو اچھے کاموں میں لگائے کسی کو حسد کی نظر سے حقارت کی نظر سے شہوت کی نظر سے اگر دیکھا تو یہ ناشکری ہو گی کیونکہ استعمال غلط ہو گیا۔ (۴) نعمت جس واسطہ سے حاصل ہو اس کا بھی شکر ادا کرنا اور زبان سے جزاک اللہ کہنا۔ جو شخص شکر کے یہ چار اعمال کرے گا معاصی سے بھی محفوظ رہے گا۔

(افادات عارفیہ)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

رسولِ وحدت

(۳)

اسلام کی دعوتِ اتحاد کا صحیح مفہوم

ان تاریخی حقائق سے واضح ہوا ہوگا۔ کہ اسلام نے وحدتِ دین کا جو تخیل پیش کیا ہے وہ قدیم زمانہ سے لیکر آج تک مختلف ملکوں میں کس طرح پیدا ہوتا رہا ہے اور دنیا میں جو راز سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک پر منکشف ہوا، اُس کی عملی شکلیں آپکے بعد کہاں کہاں اور کیونکر ظاہر ہوئیں۔ اس بنا پر قرآن مجید کا وہ دعویٰ کس قدر صحیح اور واقعیت سے لبریز ہے جو اہل کتاب کے سامنے کیا گیا ہے اور جس میں بتایا گیا ہے کہ ہمارے اور تمہارے راستوں میں جو اختلاف ہے اُسکے ذمہ دار ہم اور تم خود ہیں ورنہ ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہے، اور ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے

جھگڑا تو جب تھا جب اصول میں اختلاف ہوتا، اصول کو تو سب تسلیم کرتے ہیں، البتہ فروع میں اختلاف ہے اور فروعی اختلاف کوئی اختلاف نہیں یہود و نصاریٰ جتھوں نے اپنی فرقہ بندیوں سے دین میں تفریق پیدا کر دی تھی۔ قرآن مجید نے ان کو اصل دین یعنی "دین قیم" کی طرف بلایا، جو حضرت ابراہیمؑ کا دین تھا، اور محمد رسول اللہ صلعم سے صاف صاف کہا گیا کہ تم سے وہی کہا گیا ہے جو تم سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا، یہ بھی بتایا گیا کہ تمہارا دین وہی ہے جو حضرت نوحؑ، اور حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کا تھا، ساتھ ہی اس وحدت دین کا دوسرا رُخ بھی اس طرح سامنے رکھا گیا کہ جزئیات کے اختلاف کو چنداں اہمیت نہیں دی گئی چنانچہ قبلہ وغیرہ کے تعین کے سلسلہ میں اس حقیقت کو صاف طور سے واضح کیا گیا۔ حالانکہ یہی چیزیں تھیں جن کی بنا پر یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو برسرِ باطل کہا کرتے تھے۔ قرآن نے اصل مقصد کے مقابلہ میں ان چیزوں کو نظر انداز کیا۔

عقیدۂ وحدتِ ادیان اور سیاسی اتحاد

وحدتِ ادیان کی تعلیم کا ایک عملی اثر بھی تھا جو اور مذاہب میں نہیں دکھلایا جا سکتا، اور یہ ایسی چیز تھی جس کو مذہب کے حدود سے باہر حکومت کے قوانین اور احکام میں تلاش کرنا چاہیئے، یہودیوں کی نظر میں دنیا میں صرف دو ہی قومیں تھیں، بنو اسرائیل اور غیر بنو اسرائیل اور انہی دونوں تقسیموں پر اُن کے قانون کی بنیاد تھی، عیسائیں میں مذہبی حیثیت سے یہودی، نصاریٰ اور بت پرست تین قومیں تسلیم کی جاتی تھیں، لیکن چونکہ ان کے مذہب میں قانون نہیں ہے اسلئے وہ اکثر امور میں رومن لاء کے ماتحت رہے لیکن رومن عیسائیوں میں بھی دو ہی تقسیمیں تھیں، رومی اور غیر رومی، پارسیوں میں ایرانی اور غیر ایرانی کی تفریق تھی، ہندو اونچ اور نیچ ذاتوں میں بٹے ہوئے تھے:

لیکن اسلام نے وحدتِ ادیان کے تخیل کی بنا پر قانون کی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے، جن پر برابر تیرہ صدیوں میں عمل ہوتا رہا ہے، مسلمان اہل کتاب شبہ اہل کتاب، کفار اور مشرکین، ان قوانین کی وجہ سے دنیا میں امن و امان اور مسلمانوں میں رواداری پیدا ہوئی اور وہ اس قابل ہوئے کہ مذہبی عقائد پر سختی سے پابند رہنے کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ میل جول پیدا کریں اور "تعاون علی" کیلئے تیار ہوں، جو سیوں اصلاحیوں یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مکہ مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب، مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی قوت پیدا کرنا اسی عقیدہ کا کرشمہ تھا:

وحدتِ انسانیت

توحید کی تکمیل کے سلسلہ میں دو چیزیں ابتدا اور انتہا مانی جا سکتی ہیں، ابتداً خدا کی حقیقی عظمت سے ہوتی ہے، اور انتہا انسان کے مرتبہ پر، شرک بت پرست ستارہ پرست، فطرت پرست، بتوں کو سجدہ کر کے، پتھروں کو پوج کے، درختوں کے آگے جھک کے، جانوروں کو دیوتا جان کے، جنات اور خبیث روحوں کی دہائی پکار کے، آسمانی مخلوقات کو ارباب جان کے، انسان کو خدا کہہ کے حقیقت میں اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ انھوں نے انسان کے رتبہ اور حیثیت کو نہیں پہچانا، وہ دراصل انسان کو پتھروں سے، درختوں سے، جانوروں سے، دریاؤں سے، پہاڑوں سے، اور چاند تاروں سے کمتر جانتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ چاند اور سورج اُن کیلئے نہیں، بلکہ وہ چاند اور سورج کیلئے بنے ہیں آسمانی مخلوقات، دریا اور سمندر، جانور، آگ غرض فطرت کے تمام مظاہر سورج سے لیکر زمین کے دریا اور تالاب تک اُن کے آقا ہیں، اور وہ ان چیزوں کی غلامی کیلئے پیدا ہوئے ہیں، تمام انسانی برادری، دیوتاؤں کی حکومت کی وجہ سے اونچ نیچ، بلند و پست، شریف و رذیل، مختلف طبقوں اور ذاتوں میں منقسم ہو گئی تھی، کوئی پیشور کے سر سے کوئی ہاتھ سے اور کوئی پاؤں سے پیدا ہوا تھا، مساوات انسانی کا نام نہ تھا، مختلف جنسیں تھیں جن کا متفق ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ بابل، مصر، ہندوستان، ایران کے جبار و ستمگر شاہنشاہ اپنے جنسی نوع سے اس قدر اونچے ہو گئے تھے کہ اُن کا عزل و نصب انسانوں کے ہاتھ میں نہ تھا، بلکہ دیوتاؤں اور فرشتوں کے ہاتھ میں تھا:

مرتبہ انسان کا اعلان

لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم ہی تھی جس نے خدا کے سوا ہر شے کا خوف انسانوں کے دلوں سے نکال دیا توحید نے دنیا کے تمام پست و بلند اور نشیب و فراز کو

برابر کیا۔ قوموں اور ذاتوں کا امتیاز اٹھادیا، دولت فقر، رنگ روپ، نسل، قومیت کے نشانات مٹ گئے اور فخر وغرور اور جبر وظلم کا بازار سرد پڑ گیا، سب انسان خدا کے بندے، سب اُس کے سامنے برابر، سب باہم بھائی بھائی، اور سب حقوق کے لحاظ سے یکساں قرار پائے؛

محمد رسول اللہ صلعم نے ہم کو بتایا کہ رات، دن آفتاب، ماہتاب، ستارے، جانور، دریا، اُسکی مچھلیاں موتی، کشتیاں، آگ، درخت غرض کائنات کی ہر چیز انسان کے لیے بنی ہے، اور انسان کی خدمت گذاری میں مصروف ہے، پھر اُس انسان سے بڑھکر اور کون نادان ہے، جو مخلوقات میں کسی کو اپنا معبود بنائے؟

انھوں نے اپنی وحی کے ذریعہ سے دنیا کو یہ نکتہ سمجھایا کہ انسان اس عالم خلق میں تمام مخلوقات سے اشرف ہے، وہ خدا کی نیابت کا فرض انجام دینے آیا ہے اُس کا سر خلافت الٰہی کے تاج سے ممتاز ہے، کروڑوں مخلوقات الٰہی میں خدا کی امانت کا حامل وہی ہوا، یہ منصب نہ فرشتوں کو ملا نہ آسمانوں کو، نہ زمینوں کو اور نہ پہاڑوں کو قرآن مجید نے کہا کہ انسان بزرگیوں سے سرفراز عالم مخلوقات میں برتر اور انعام واکرام سے معزز ہے، اُس میں بر و بحر پر چھا جانے کی قوت ہے، وہ عمدہ روزی کھاتا ہے، اس کی جسمانی ہستی معتدل قوی اور بہترین اندازہ کے ساتھ مخلوق ہوئی ہے وہ کائنات میں خلیفۃ اللہ بن کر آیا ہے، تو اب وہ کائنات میں خدا کے سوا کس کو سجدہ کرے؟

غرض محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم نے انسان کی پیشانی کو ہر چوکھٹ سے اٹھا کر صرف ایک خدا کے آستانہ پر رکھ دیا ہے، اور تمام دنیا کو انسان کے کام میں لگا دیا ہے، جو اسی کیلئے بنی ہے، اب بتلاؤ کہ وہ زمین کی کس ہستی کے سامنے سر جھکائے؟

انانیت کی اس بلند سطح حقیقت شناسی کے اس اعلیٰ تخیل اور ادائے فرض کے اس قوی احساس تک دنیا نے جو ترقی کے قدم اٹھائے ہیں ان کا مبدء اور دیباچہ بھی قرآنی تعلیمات تھیں، جنھوں نے انسان کی حقیقت اس پر آشکارا کرکے اس کو خود شناس بنایا، ادائے فرض کی صورتیں سمجھائیں افراد واقوام کی شیرازہ بندی کی، اور ان کو ایک سطح پر لاکر یکرنگی کا لطف پیدا کیا، یہی چیز تھی جس سے بکری اور اونٹ چرانے والے انسان، عالم کے کلہ بان بن گئے، بالو کے ذرّوں سے کھیلنے والے بدوی سیم وزر اور تخت وتاج پر بازی لگاتے تھے، صحراء کی پشت پر پلنے والی قومیں کیوان کی چھت پر مسہریاں بچھاتی تھیں، اور محدود نخلستانوں کے مالکوں کا نعرہ چار دانگ عالم میں ناقوس ملن الملک بجاتا تھا؛

ہر قسم کی تفریقات کا ابطال

انسانوں نے فخر وغرور سے اپنی ایک متحدہ انسانیت کو سینکڑوں حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، بادشاہوں نے خدائی کا مرتبہ پایا تھا، اور اُن کو سجدے کئے جاتے تھے، ان کے احکام خدائی فرامین کی صورت رکھتے تھے، بابل کے نمرود اور مصر کے فرعون جو انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے تھے، محمد رسول اللہ صلعم ہی کی آواز تھی، جس نے اُن کو اُن کے تخت جبروت سے اتار کر عام انسانوں کے درجہ میں لاکر بٹھایا، اور خدا کے سوا غیروں کو شہنشاہ اور بادشاہ کہنا بھی ناپسندیدہ قرار دیا؛ (صحیح بخاری)

اس طرح اہل مذاہب نے رسولوں، ولیوں اور شہیدوں کو خدائی اور الوہیت تک پہونچا دیا تھا، محمد رسول اللہ صلعم نے ان میں سے ہر ایک کو بندگی اور عبودیت ہی کی مختلف مدارج اور مراتب پر متعین کیا، اور سب کو یکساں خدا کا بندہ اور فرمانبردار قرار دیا؛

قوموں نے بھی اپنے لیے الگ الگ رتبے اور درجے قائم کر لیے تھے، بنی اسرائیل اپنے کو خدا کا کنبہ کہتے تھے، ہندوؤں میں برہمن خدا کے منہ سے، راجپوت اس کے بازوؤں سے، اور شودر اس کی ٹانگوں سے پیدا ہوئے تھے، روم میں رومنس خاص بادشاہی کے لیے اور تمام غیر رومن صرف غلامی اور خدمتگاری کیلئے تھے، اس طرح قوموں میں پستی وبلندی، عزت و ذلت، پاکی وناپاکی کی وہ امتیازی دیواریں قائم تھیں، جنھوں نے ایک انسانیت کو سینکڑوں انسانیتوں میں منقسم کر دیا تھا، وہ محمد رسول اللہ صلعم ہی کی آواز تھی جس نے سب سے پہلے ان مدعی امتیاز قوموں کو یہ خطاب کیا:

بل انتم بشر ممن خلق — تم بھی خدا کی مخلوقات میں انسان ہو؛

اور تمام امتیازات کی دیواروں کو دفعۃً منہدم کرکے سب کو انسانیت کی ایک سطح پر لاکر کھڑا کر دیا۔

فرمایا:

یا ایھا الناس انا خلقناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

اے انسانو! ہم نے تم کو خاندان اور قبیلے بنا کر اس لیے پیدا کیا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک خدا کے نزدیک تم میں سے بزرگ وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے؛

قومیت، خاندان اور پیدائشی اور بزرگی اور بڑائی کے تمام امتیازات کا آج خاتمہ ہو گیا، اور ہندو، برہمنوں اور یہودیوں، اور عیسائی پوپوں کو اسی طرح سطح وجود سے شاد یا گیا، جس طرح دوسری طرف نمرودوں، فرعونوں قارونوں اور ہامانوں کو مٹایا گیا تھا؛

ایک آدم سے تمام انسانی قوموں کا پیدا ہو کر پھیلنا اسلام سے پہلے یہودیوں اور عیسائیوں میں فیض آغاز پیدائش (کسموگونی) کے ایک نظریہ کی حیثیت رکھتا تھا، آنحضرت صلعم نے اس کو اخلاقی تعلیم کا سنگ بنیاد قرار دیکر اُس پر انسانی وحدت کی وہ عظیم الشان عمارت کھڑی کی، جو انشاء اللہ اب کبھی منہدم نہ ہوگی، مغرور عربوں کے سب سے بڑے مجمع میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا:

ان اللہ اذھب منکم عصبیۃ الجاھلیۃ و فخرکم بالآباء انکم بنو آدم وآدم من تراب.

اللہ نے جاہلیت کا غرور اور باپوں پر فخر کا دعویٰ باطل کر دیا تم سب ایک آدم کے بیٹے ہو، اور آدم مٹی سے تھا؛ (باقی ص ۲۹ پر)

آزادیٔ نسواں کا فریب

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کراچی

آج ہر گھٹیا کام عورت کے سپرد کیا گیا

تھا کہ عورت کو "آزادی دے کر سیاست و حکومت کے ایوان اس کے لیے کھولے جا رہے ہیں لیکن ذرا جائزہ لیکر تو دیکھئے کہ اس عرصے میں خود مغربی ممالک کی کتنی عورتیں صدر، وزیر اعظم یا وزیر بن گئیں؟ کتنی خواتین کو جج بنایا گیا؟ کتنی عورتوں کو دوسرے بلند مناصب کا اعزاز نصیب ہوا؟ اعداد وشمار جمع کئے جائیں تو ایسی عورتوں کا تناسب بمشکل چند فی لاکھ ہوگا، ان گنی چنی خواتین کو کچھ مناصب دینے کے نام پر باقی لاکھوں عورتوں کو جس بے دردی کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھسیٹ لایا گیا ہے وہ "آزادیٔ نسواں" کے فراڈ کا المناک ترین پہلو ہے، آج یورپ اور امریکہ میں جاکر دیکھئے تو دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد ہیں، ریستورانوں میں کوئی مرد ویٹر شاذ و نادر ہی کہیں نظر آئے گا ورنہ یہ خدمات تمام تر عورتیں انجام دے رہی ہیں، ہوٹلوں میں مسافروں کے کمرے صاف کرنے، ان کے بستر کی چادریں بدلنے اور "روم اٹنڈنٹ" کی خدمات تمام عورتوں کے سپرد ہیں، دوکانوں پر مال بیچنے کے لیے مرد خال خال نظر آئیں گے، یہ کام بھی عورتوں ہی سے لیا جا رہا ہے، دفاتر کے استقبالیوں پر عام طور پر عورتیں (۲) ہی تعینات ہیں اور بیرے سے لیکر کلرک تک کے تمام "مناصب" زیادہ تر اسی صنف نازک کے حصے میں آئے ہیں جسے "گھر کی قید سے آزادی" عطا کی گئی ہے۔

نئی تھذیب کا عجیب فلسفہ

پروپیگنڈے کی قوتوں نے یہ عجیب وغریب فلسفہ ذہنوں پر مسلط کر دیا ہے کہ عورت اگر اپنے گھر میں اپنے اور اپنے شوہر اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور اولاد کیلئے خانہ داری کا انتظام کرے تو یہ قید اور ذلت ہے، لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کے لیے کھانا پکائے، انکے کمروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں انکی مہمانی کرے، دوکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے اور دفاتر میں اپنے افسروں کی ناز برداری کرے تو یہ "آزادی" اور "اعزاز" ہے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

پھر ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ عورت کسب معاش کیلئے آٹھ آٹھ گھنٹے کی یہ سخت اور ذلت آمیز ڈیوٹیاں ادا کرنے کے باوجود اپنے گھر کے کام دھندوں سے اب بھی فارغ نہیں ہوئی گھر کی تمام خدمات آج بھی پہلے کی طرح اسی کے ذمے ہیں اور یورپ اور امریکہ میں اکثریت ان عورتوں کی ہے جن کو آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی دینے کے بعد اپنے گھر پہنچ کر کھانا پکانے، برتن دھونے اور گھر کی صفائی کا کام اب بھی کرنا پڑتا ہے۔

کیا نصف آبادی عضو معطل ہے؟

عورتوں کو گھر سے باہر نکالنے کے لیے آجکل ایک چلتا ہوا استدلال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قومی تعمیر وترقی کے دور میں ہم اپنی نصف آبادی کو عضو معطل بنا کر نہیں ڈال سکتے یہ بات اس شان سے کہی جاتی ہے کہ گویا ملک کے تمام مردوں کو کسی نہ کسی کام پر لگا کر مردوں کی حد تک "مکمل روزگار" کی منزل حاصل کر لی گئی ہے۔ اب نہ صرف یہ کہ کوئی مرد بے روزگار نہیں رہا۔ بلکہ ہزار ہا کام "مین پاور" کے انتظار میں ہیں۔

حالانکہ یہ بات ایک ایسے ملک میں کہی جا رہی ہے جہاں اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل مرد سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتے پھر رہے ہیں جہاں کوئی چپراسی یا ڈرائیور کی آسامی نکلتی ہے تو اس کے لیے دسیوں گریجویٹ اپنی درخواستیں پیش کر دیتے ہیں اور اگر کوئی کلرک کی جگہ نکلتی ہے تو اس کے لئے دسیوں ماسٹر اور ڈاکٹر تک کی ڈگریاں رکھنے والے اپنی درخواستیں پیش کر دیتے ہیں، پہلے مردوں کی "نصف آبادی" ہی کو ملکی تعمیر وترقی کے کام میں پورے طور پر لگا لیجئے اس کے بعد باقی نصف آبادی کے بارے میں سوچئے کہ وہ عضو معطل ہے یا نہیں؟

آج فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے

اللہ تعالیٰ نے عورت کو گھر کی ذمہ دار بنایا تھا گھر کی منتظمہ بنایا تھا تاکہ وہ فیملی سسٹم استوار رکھ سکے، لیکن جب وہ گھر سے باہر آگئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ باپ بھی باہر اور ماں بھی باہر اور بچے اسکول میں، یا نرسری میں، اور گھر پر تالا پڑ گیا اب وہ فیملی سسٹم تباہ اور برباد ہو کر رہ گیا عورت کو تو اس لیے بنایا تھا کہ جب وہ گھر میں رہے گی تو گھر کا انتظام بھی کرے گی اور بچے اس کی

گود میں تربیت پائیں گے، ماں کی گود بچے کی سب سے پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے وہیں سے وہ اخلاق سیکھتے ہیں وہیں سے وہ کردار سیکھتے ہیں، وہیں سے وہ زندگی گزارنے کے صحیح طریقے سیکھتے ہیں، لیکن آج مغربی معاشرے میں بچوں کو ماں اور باپ کی شفقت میسّر نہیں اور فیملی سسٹم درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے اور جب عورت دوسری جگہ کام کر رہی ہے اور مرد دوسری جگہ کام کر رہا ہے اور دونوں کے درمیان دن بھر میں کوئی رابطہ نہیں ہے اور دونوں جگہ پر آزاد سوسائٹی کا ماحول ہے تو بسا اوقات ان دونوں کے آپس میں رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے اور ٹوٹنے لگتا ہے اور اس کی جگہ ناجائز رشتے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے طلاق تک نوبت پہنچتی ہے، گھر برباد ہو جاتا ہے۔

عورت کے بارے میں گورباچوف کا نظریہ

اگر یہ باتیں صرف میں کہتا تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ سب باتیں آپ تعصب کی بنا پر کہہ رہے ہیں لیکن اب سے چند سال پہلے سوویت یونین کے آخری صدر "میخائیل گورباچوف" نے ایک کتاب لکھی ہے "پروسٹرائیکا" آج یہ کتاب ساری دنیا میں مشہور ہے اور شائع شدہ شکل میں موجود ہے اس کتاب میں گورباچوف نے "عورتوں کے بارے (STATUS OF WOMEN) عورتوں کا مرتبہ" کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے اسمیں اس نے صاف اور واضح لفظوں میں یہ بات لکھی ہے کہ۔

"ہماری مغربی کمیونسٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا" اور اس کو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجہ میں بیشک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کئے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا۔ اس لیے کہ مرد بھی کام کر رہے ہیں اور عورتیں بھی کام کر رہی ہیں۔ پیداوار کے زیادہ ہونے کے باوجود اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو گیا اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہونے کے نتیجہ میں ہمیں جو نقصانات اٹھانا پڑے ہیں وہ نقصانات ان فوائد سے زیادہ ہیں جو پروڈیکشن کے اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے لہٰذا میں اپنے ملک میں "پروسٹرائیکا" پیداوار کے نام سے ایک تحریک شروع کر رہا ہوں اس میں میرا ایک بہت بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورت جو گھر سے باہر نکل چکی ہے۔ اس کو واپس گھر میں کیسے لایا جائے؟ اس کے طریقے سوچنے پڑیں گے ورنہ جس طرح ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے۔ اسی طرح ہماری پوری قوم تباہ ہو جائے گی۔"

یہ الفاظ میخائیل گورباچوف نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔ وہ کتاب آج بھی بازار میں دستیاب ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

روپیہ پیسہ بذات خود کوئی چیز نہیں

اس فیملی سسٹم کی تباہ کاری کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے عورت کی مقصدِ تخلیق کو نہیں جانا کہ عورت کو کیوں پیدا کیا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس لیے پیدا کیا تھا کہ وہ گھر کے نظام اور فیملی سسٹم کو استوار کرے آج کے معاشی دور کی ساری کوششوں کا حاصل یہ ہے کہ روپیہ پیسہ زیادہ ہو جائے لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا یہ روپیہ پیسہ بذات خود کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ اگر آپ کو بھوک لگ رہی ہے اور آپ کے پاس پیسے موجود ہوں تو آپ اسکو کھا کر بھوک مٹا لیں گے؟ پیسہ بذات خود کوئی چیز نہیں جب تک اس کے ذریعہ ضروتمند چیزیں مہیا کر کے آدمی سکون حاصل نہ کرے۔

آج کا نفع بخش کاروبار

پچھلے دنوں ایک رسالے میں ایک سروے کی تفصیل آئی ہے اس سروے کا مقصد یہ تھا کہ یہ دیکھا جائے کہ آج دنیا میں سب سے زیادہ نفع بخش کاروبار کون سا ہے؟

چنانچہ اس سروے کی رپورٹ یہ لکھی ہے کہ آج پوری دنیا میں سب سے زیادہ نفع بخش کاروبار "ماڈل گرل" کا کاروبار ہے اس لیے کہ ایک "ماڈل گرل" مصنوعات کے اشتہارات پر اپنی عریاں تصویر دینے کے لیے صرف ایک دن کے ۲۵ ملین ڈالر وصول کرتی ہے۔ اور اس ایک دن میں وہ تاجر اور سرمایہ کار اپنی مرضی سے جتنی تصویریں جس انداز سے اور جس زاویئے سے اتارنا چاہے اتارتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ اپنی مصنوعات کو بازار میں پھیلاتا ہے۔ ..... آج یہ عورت ایک بکاؤ مال بن چکی ہے اور سرمایہ دار اس کو جس طرح چاہتا ہے استعمال کرتا ہے وجہ یہ ہے کہ عورت نے گھر سے باہر نکل کر اپنی قدر و منزلت اور اپنا مرتبہ کھو دیا اور اس کا یہ نتیجہ نکلا۔

ایک یہودی کا عبرتناک واقعہ

ایک بزرگ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں ایک یہودی بہت بڑا مالدار اور سرمایہ دار تھا اس زمانے میں لوگ اپنی دولت زیر زمین خزانہ بنا کر اس میں رکھا کرتے تھے۔ اس یہودی نے خزانے میں سونا چاندی کے انبار اور ڈھیر جمع کیے ہوئے تھا۔ جیسا کہ قارون کے بارے میں قرآن کریم میں ہے کہ اس نے بہت بڑا خزانہ جمع کیا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ وہ یہودی اپنے خزانوں کا خفیہ طور پر معائنہ کرنے کے لیے گیا۔ اور جب اندر گیا تو اس چوکیدار کو بھی اطلاع نہیں کی

(باقی ص ۲۵ پر)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ جمعہ کے خطبہ کی اذان سے قبل جو تقریریں ہوتی ہیں وہ بدعت ہیں یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ وہ بدعت ہیں۔ ان کی کوئی دلیل نہیں کیا اس وقت تقریر کرنا بدعت ہے؟

ج:۔ وعظ و نصیحت کسی بھی مناسب وقت کی جا سکتی ہے اذان جمعہ کے بعد اذان خطبہ سے پہلے عوام کی ایک بڑی تعداد موجود ہوتی ہے اس لیے اس موقع پر دین کی باتیں کر سکتے ہیں اور سنت کے لیے وقف دیدیں یہ بدعت نہیں ہے۔

س:۔ کیا عورتوں پر عیدین کی نماز واجب ہے؟

ج:۔ عورتوں پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے۔

س:۔ مسجد کی ایک بڑی رقم بینک میں ہے جس پر انٹرسٹ بھی ملتا ہے۔ کیا مسجد کے کسی کام میں یہ انٹرسٹ کی رقم لگا سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو اسکا کیا مصرف ہوگا؟ زید کہتا ہے کہ اس سے بیت الخلاء واستنجاخانہ تعمیر کر سکتے ہیں؟

ج:۔ مسجد کو جو رقم بطور انٹرسٹ ملتی ہے مسجد کے کسی مصرف میں اس کا استعمال درست نہیں ہے، یہ سود ہے، جو شرعاً حرام ہے، ساتھ ہی اس رقم سے بیت الخلاء، واستنجاخانہ کی تعمیر بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے بیک وقت امیر وغریب دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں البتہ یہ رقم کسی محتاج کو بلانیت ثواب دے سکتے ہیں۔

س:۔ کیا میت کے ماتھے پر بوسہ دے سکتے ہیں؟

ج:۔ ہاں! میت کے ماتھے پر بوسہ دے سکتے ہیں۔

س:۔ ایک شخص حرام و حلال دونوں قسم کے کاروبار کرتا ہے اور اس کا الگ الگ حساب نہیں ہے اگر وہ دعوت دے تو کیا لوگوں کو اس میں شرکت کرنی چاہیئے۔

ج:۔ مذکورہ صورت میں اگر مذکور شخص کی اکثر آمدنی جائز و حلال ہے تو اس کے یہاں شریک ہو کر کھانا کھا سکتے ہیں

س:۔ کیا مجبوراً کوئی مسلم کسی غیر مسلم کو یا اس کے برعکس صورتحال ہو تو خون دے سکتا ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں بدرجہ مجبوری مسلم غیر مسلم کو اور غیر مسلم مسلم کو خون دے سکتے ہیں۔ خون کا تبادلہ اور اس کی بیع و شراء شرعاً ناجائز ہے۔ لیکن اضطراری صورت میں ایک دوسرے کو خون دیا جا سکتا ہے۔

س:۔ گورنمنٹ کی جانب سے دیہاتوں میں ہینڈ پائپ لگائے جاتے ہیں اگر کوئی غیر مسلم یا حکومت کسی مسجد میں از خود ہینڈ پائپ لگانے کو کہے یا کوئی امداد مسجد کو اپنی مرضی سے دے تو کیا ہینڈ پائپ لگانا یا امداد قبول کرنا شرعاً درست ہوگا؟

ج:۔ اگر غیر مسلم یا حکومت مسجد میں ہینڈ پائپ لگانے کا نظم کرے یا کسی قسم کی امداد بلا قید و شرط کرے تو مسجد کے لیے اس کا قبول کرنا درست ہوگا۔ اس کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

(باقی ص ۳۶ پر)

مردِ مومن حکومت اس طرح کرتا ہے

سلطان محمود بیگڑہ ایک بار احمد نگر کی طرف شکار کے لیے گیا، راستہ میں اس کے ایک بہت ہی ممتاز امیر بہاء الدین بن الف خاں عرف علاء الدین ابن سہراب آدم نے سلطان کے سلاحدار کو بے قصور مار ڈالا اور مار کر کہیں فرار ہو گیا، سلطان نے اپنے دو امیروں ملک حاجی عماد الملک اور ملک کاوی عضد الملک کو حکم دیا کہ امیر بہاء الدین کو جہاں بھی ہو پکڑ لاؤ، ان دونوں نے امیر بہاء الدین کو پکڑ تو لیا، لیکن سازش کر کے دو لشکریوں کو سلطان کے سامنے جا کر یہ کہنے پر راضی کر لیا کہ ان دونوں نے سلاحدار کو قتل کیا ہے، امیر بہاء الدین بے قصور ہے، انھوں نے ان دونوں کو یہ بھی اطمینان دلایا کہ سلطان سے کہہ کر ان کی گلو خلاصی کرا لی جائے گی، دونوں لشکریوں نے سلطان کے سامنے اپنے فرضی جرم کا اقرار کر لیا، سلطان نے اسی وقت حکم دیا کہ اگر یہی مجرم ہیں تو ان ہی کی گردن ماری جائے اور دونوں قتل کر دیئے گئے، چند روز کے بعد سلطان کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو وہ برہم ہوا کہ دو مکار اور بدکردار امیروں نے دو مسلمانوں کو ناحق قتل کرایا، اگر ان کا قصاص ادا نہ کیا گیا، تو کل قیامت کے دن خدائے رب العزت کو کیا منہ دکھاؤں گا، پھر سلطان نے حکم دیا کہ دونوں امیر بھی قتل کیے جائیں اور وہ قتل کر دیئے گئے۔

(مرآت سکندری ۸۷-۸۶)

بین الاقوامی رابطہ ادب اسلامی کے سیمینار پر

محمد اکرم ندوی
رفیق مرکز آکسفورڈ برائے مطالعات اسلامی

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۹۴ء کو بین الاقوامی رابطہ ادب اسلامی نے مرکز آکسفورڈ برائے مطالعات اسلامی کے تعاون سے آکسفورڈ بروکس یونیورسٹی کے ایک پر وقار ہال میں رابطہ ادب اسلامی اور مرکز آکسفورڈ برائے مطالعات اسلامی کے چیرمین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں "ادب اسلامی مفہوم، خصوصیات اور ضرورت" کے موضوع پر ایک عظیم الشان سیمینار کا انعقاد کیا، سیمینار میں ادب اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے مصنفین علماء اور صحافیوں نے شرکت کی، شرکاء کی ایک بڑی تعداد انگلینڈ کی مختلف یونیورسٹیوں کے طلبہ اور اسلامی اور تعلیمی تنظیموں کے نمائندوں پر مشتمل تھی۔

سیمینار کا افتتاح استاذ محمد عیروط کی قرأت سے ہوا، اس کے بعد مرکز آکسفورڈ برائے مطالعات اسلامی کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فرحان احمد نظامی صاحب نے مہمانوں کا خیر مقدم کیا، اور اس کا اظہار کیا کہ آکسفورڈ میں ادب اسلامی کے موضوع پر کسی سیمینار کا انعقاد ایک عظیم پیش رفت ہے، ڈاکٹر نظامی نے اس پر خاص طور سے زور دیا کہ بین الاقوامی رابطہ ادب اسلامی اور مرکز آکسفورڈ برائے مطالعات اسلامی کے مابین مابہ الاشتراک یہ ہے کہ دونوں کے چیرمین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم ہیں، ڈاکٹر نظامی نے مختلف ممالک میں منعقد ہونے والے ادب اسلامی کے سیمیناروں کا مختصر جائزہ لیا، اور اس حقیقت کا اظہار کیا کہ پہلی بار یورپ کے کسی ملک میں ادب اسلامی کے موضوع پر یہ سیمینار منعقد ہو رہا ہے۔

افتتاحی جلسے سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا نے فرمایا کہ آج سے پچاس سال پہلے کوئی یہ پیشین گوئی نہیں کر سکتا تھا کہ مغربی تہذیب کے بنیادی مرکز آکسفورڈ میں اسلامی ادب کے موضوع پر کوئی سیمینار منعقد ہو سکتا ہے، حضرت مولانا نے مزید فرمایا کہ یہ وہ سرزمین ہے جس نے گمراہیوں کو فلسفہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، یہاں سے وہ مصنفین اور اہل قلم دانشور اٹھے ہیں جن کے اثرات سے دنیا کا کوئی خطہ محفوظ نہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے مغربی تہذیب کے اس مضبوط قلعہ میں اسلامی ادب کے موضوع پر سیمینار منعقد کرنے کی توفیق عطا کی، اس تمہیدی گفتگو کے بعد حضرت مولانا نے عصر حاضر میں ادب کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی اور انسانی معاشروں پر ادب کے مثبت اور منفی اثرات کا مبصرانہ جائزہ لیا، اس کے بعد اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ اس ادب کی ہمت افزائی کی کس قدر ضرورت ہے جس سے بلند انسانی قدروں کو تقویت ملتی ہے، حضرت مولانا نے تحریک ادب اسلامی کے کردار، سرگرمیوں اور مساعی پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی بات ختم فرمائی۔

اس کے بعد رابطہ کے نائب صدر اور عرب دفتر کے صدر ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح نے رابطہ کا تعارف پیش کیا، جس میں اس کے نشوونما ارتقاء، اور اغراض ومقاصد کا جائزہ لیا، نیز عرب دفتر اور اس کی شاخوں کی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کیا، موصوف نے بتایا کہ رابطہ نے اپنے قیام کے مختصر عرصہ میں زبردست پیش رفت کی، اس کی شہادت ان کتابوں اور کتابچوں سے ہو سکتی ہے جو ادب اسلامی کے موضوع پر لکھے گئے اور جو اس وقت نمائش ہال میں موجود ہیں، موصوف نے عرب دفتر سے شائع ہونے والے ششماہی "مجلہ ادب اسلامی" کا تذکرہ فرمایا، جس کے ابھی تک صرف دو شمارے شائع ہوئے ہیں، لیکن اس کے باوجود اس نے علمی وادبی حلقوں سے زبردست خراج تحسین وصول کیا۔

رابطہ کے نائب صدر اور برصغیر دفتر کے مولانا محمد رابع ندوی نے برصغیر کے دفتر اور اس کی شاخوں کی سرگرمیوں پر مشتمل ایک رپورٹ پیش کی، مولانا نے ادب کی ہمہ گیری کے ساتھ اس کے اخلاقی، مذہبی اور انسانی حدود کا جائزہ لیا مولانا نے بتایا کہ ہندوستانی دفتر سے تقریباً دس سال تک ادب اسلامی کا ایک ضمیمہ شائع ہوتا رہا، جس کی جگہ پر اب عرب دفتر سے عربی زبان میں اور برصغیر دفتر سے اردو میں ششماہی مجلے شائع ہو رہے ہیں۔

تھوڑے سے وقفہ کے بعد ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح کی صدارت میں مقالات کی پہلی نشست

کا آغاز ہوا، اس نشست میں ڈاکٹر عبدالباسط بدر نے "ادب اسلامی کے مفہوم وخصوصیات" عنوان سے ایک مکمل مقالہ پیش کیا، موصوف نے ادب اسلامی کے سارے حدود وخصوصیات کا بھرپور جائزہ لیا، اور ادب اسلامی کے افکار ونظریات علمی دلائل کی روشنی میں پیش کئے، خاص طور پر استاذ محمد قطب کی تحریروں کے حوالے دیئے، اس نشست کا دوسرا مقالہ "باکثیر اور اسلامی اصول وآداب کی پابندی" کے عنوان سے تھا، جسے ڈاکٹر محمد امین توفیق نے پیش کیا، مقالہ ادیب اسلامی علی احمد باکثیر کے ڈراموں کی روشنی میں ادب اسلامی کی خصوصیات کے علمی مطالعہ پر مشتمل تھا، اس کے بعد آکسفورڈ اکیڈمی برائے مطالعات اسلامی کے صدر ڈاکٹر بسام ساعی نے "اسلام اور ادبی تخلیق کے اصول" کے موضوع پر ایک بہت دلچسپ اور منظم تحریر پیش کی۔

نماز ظہرانہ کے بعد ڈاکٹر عبدالباسط کی صدارت میں مقالات کی دوسری نشست شروع ہوئی، اس میں استاذ محمود دغیم نے "عدنان کی شاعری میں اسلامی تصویر" کے عنوان سے ایک مقالہ پیش کیا، جس میں نحوی کی شاعری کی روشنی میں ادب اسلامی کی خصوصیات کا جائزہ لیا گیا، دوسرا مقالہ "انگریزی ادب میں اسلامی فکر کی ضرورت" کے عنوان سے ڈاکٹر انس شیخ علی نے پیش کیا، اس میں موصوف نے انگریزی ادب کے ناولوں کا جائزہ پیش کیا اور دکھایا کہ امریکہ اور یورپ میں کس طرح مسلسل ایسے ناول تحریر ہو رہے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی تصویر مسخ کر کے پیش کرتے ہیں، آخر میں برادر محترم محمد ریاض ندوی نے "عصر حاضر میں ادب اسلامی کی ضرورت" کے عنوان سے ایک مقالہ پیش کیا۔

عصر کے بعد کی نشست شعر وشاعری کے لئے مخصوص تھی، اس نشست میں باوجود تکان اور کمزوری کے حضرت مولانا دامت برکاتہم نے عرب مہمانوں کے اصرار پر شرکت فرمائی، اس میں ڈاکٹر عبدالقدوس ابوصالح، ڈاکٹر احمد بسام ساعی، استاذ محمد ہاشم رشید اور استاذ محمود دغیم نے مختلف اسلامی موضوعات پر اپنے قصیدے پیش کئے۔

(بقیہ)

آزادیٔ نسواں کا فریب

جس کو وہاں خزانے پر اس نے مقرر کیا تھا تاکہ یہ دیکھے کہ وہ چوکیدار کہیں خیانت تو نہیں کر رہا ہے اور اس خزانے کے دروازے کا سسٹم ایسا تھا کہ وہ اندر سے بند تو ہوتا تھا لیکن اندر سے کھل نہیں سکتا تھا۔ صرف باہر سے کھل سکتا تھا۔ اب اس نے بے خیالی میں دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اب کھولنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ باہر چوکیدار تھا۔ وہ یہ سمجھتا رہا کہ خزانہ بند ہے اور اس کے ذہن میں تصور بھی نہیں تھا کہ خزانے کا مالک اندر ہے اب یہ مالک اندر جا کر خزانہ کی تفتیش کر تا رہا اور جب دیکھ بھال کر تفتیش سے فارغ ہو کر واپس بلانا چاہا تو باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اب وہاں پر قید ہے بھوک لگ رہی ہے اور خزانہ سارا موجود ہے لیکن بھوک نہیں مٹا سکتا، پیاس لگ رہی ہے اور خزانہ سارا موجود ہے لیکن پیاس نہیں بجھا سکتا رات کو نیند آ رہی ہے اور خزانہ سارا موجود ہے لیکن بستر فراہم نہیں کر سکتا حتیٰ کہ جتنے دن بغیر کھائے پیئے زندہ رہ سکتا زندہ رہا، اور پھر اسی خزانہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

تو یہ روپیہ پیسہ اپنی ذات میں انسان کو نفع پہونچانے والی چیز نہیں جب تک کہ نظام درست نہ ہو اور جب تک راستہ درست نہ ہو (جاری)

(بقیہ)

رسولِ وحدت

عرب کو عجم پر، عجم کو عرب پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، جو امتیاز کا دعویٰ تھا، آج وہ باطل ہو گیا، اور اعلان ہوا۔

لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي	عرب کو عجم پر فضیلت نہیں اور نہ عجم کو عرب پر؛
ولا لأحمر على أسود ولا لأسود على أحمر۔	نہ گورے کو کالے پر فضیلت ہے اور نہ کالے کو گورے پر؛

غرض یہ وہ تعلیم تھی جس نے تمام انسانوں کو ایک کر دیا، عرب ہوں کہ عجم، فرنگ ہوں کہ زنگ، ہندو ہوں کہ چینی، سب انسان اخوت کی ایک ہی سطح پر دوش بدوش کھڑے ہو گئے، اور توحید اور عموم رسالت کے اقرار پر کل دنیا کے انسان باہم بھائی بھائی قرار پائے اور تقویٰ کے سوا ہر پیدائشی اور فرضی امتیاز باطل کیا گیا اور دنیا کو یہ ندا دی گئی:

لا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وكونوا يا عباد الله إخوانا

ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے سے کینہ رکھو، اور اے خدا کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ!

(جاری)

دیکھو انھیں جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ہمیں کدھر لیے جا رہے ہو؟

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے

(ریاض الدین، گوکھلے مارگ، پونا ۴۱۱۰۰۴)

یہ کسی فنڈامنٹلسٹ کی نہیں بلکہ تمہاری اپنی آواز ہے۔ ذرا سنو! یہ کون کہہ رہا ہے کہ "امریکی سماجی زندگی کا تانا بانا تیزی سے بکھر کر ایک قوی سدِّ راہ بنتا جا رہا ہے؟ اور یہ کہ ہمیں سے ۳ امریکن یہ سوچتے ہیں کہ ان کا اخلاقی اور روحانی پیمانہ بہت نیچے گر چکا ہے۔ اور تین میں سے دو کا یہ خیال ہے کہ یہ ملک راہ راست سے بری طرح بھٹک گیا ہے۔ یہاں تک کہ صدر مملکت بل کلنٹن خود اپنی بد چلنی کی وجہ سے رائے دہندگان کی نظر میں ۱۵ پوائنٹ نیچے گر گئے ہیں، افراتفری ملک کی فضا پر چھائی ہوئی ہے۔ اور نشہ خوری نے عائلی زندگی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ تعلیمی معیار نیچے گرتا جا رہا ہے۔ پبلک مقامات نشہ خور اور ٹھگوں کا اڈا بن گئے ہیں؟" یہ آواز امریکہ کے مشہور جریدہ یو۔ ایس۔ نیوز (U.S. NEWS) کے چیف اڈیٹر مارٹیمر۔ بی۔ زوکرمین (MARTI - B. ZUCKERMAN) کی ہے۔ اگست ۹۳ء ۱۹۹۳ء کے شمارے میں انھوں نے حالات کا جائزہ یوں لیا ہے۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے سماجی حقوق اور انفرادی آزادی کے فرق کو کھو دیا ہے۔ ہر جگہ مقابلے اور مجادلے کا مزاج نظر آتا ہے، کالے گوروں سے برسرِ پیکار ہیں۔ خواتین خاندانی امارت کے خلاف جنگ کر رہی ہیں۔ صنف نازک نسوانیت کی دھجیاں اڑا رہی ہے۔ بچے والدین سے بیزار ہیں۔ مائیں ازدواجی زندگی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ باپ بچوں کی ذمہ داری سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ عبادت گذار گرجا گھروں سے ناراض ہیں۔ طلبا یونیورسٹی کے خلاف ہنگامہ آرا ہیں۔ گویا ملک میں عوامی خیر خواہی کے کلچر کے بجائے عوامی شکایات کا کلچر ابھر آیا ہے۔ ہر لمحہ کشمکش ہوس ہے۔ جو محروم ہیں وہ اپنے کو اہل ثروت کا شکار سمجھتے ہیں، جرائم تسلیم شدہ حقیقت بن گئے ہیں۔ کیونکہ انھیں بچپن کی ناشاد زندگی کا تاثر مان لیا گیا ہے، غرض کہ وہ انسانی خصلتیں جن پر امریکہ فخر کیا کرتا تھا۔ یعنی محنت، خود ساختہ ڈسپلن اور احساس ذمہ داری۔ اب قصۂ پارینہ ہو چکے ہیں۔"

نئی نسل کے بارے میں اڈیٹر موصوف خطرات کی نشاندہی ان الفاظ میں کر رہے ہیں کہ "وہ سکون اور خاندانی اخلاقی روایات سے محروم ہو چکی ہے۔ فوری نفع اس کا متاع حیات بن گیا ہے۔ ذاتی محرکات خصوصاً جنسیات کا ابھار بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ۔ ٹی۔ وی اور فحش گانے ان کے ان جذبات کو برانگیختہ کر رہے ہیں جن سے امریکی اخلاقیات نے ہمیشہ نفرت کی ہے۔ مثلاً تشدد، حرام کاری نشہ پسندی اور شراب خوری۔ اس کے برخلاف اخلاقی حسہ مثلاً دین و ایمان متاعِ زندگی، اور حکومت وقت کا احترام ختم ہو چکا ہے۔ سرمایہ کاری اور تاجرانہ ذہنیت نے عائلی زندگی، پڑوسیوں کے میل جول، آپسی ربط ضبط اور اتحاد عمل کو ختم کر دیا ہے۔ قوم ان حالات سے بیزار ہو چکی ہے وقت آ گیا ہے کہ زندگی کو ایک نیا موڑ دیا جائے۔ تعلیم اور معاشیات میں تعمیر کی نشو و نما ہو مزدوروں میں ہنرمندی اور ذمہ داری کا احساس بڑھے۔ اور اخلاقیات کو اولیت کا درجہ ملے قوم سماجی اور اخلاقی پستیوں سے نکلنے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ لوگ اخلاقی بہتری حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہیں مانا کہ عہد قدیم کی سادگی کی طرف لوٹنا مشکل ہے۔ گھڑی کی سوئی پیچھے نہیں کی جا سکتی۔ لیکن بربادیوں سے باہر نکلنے کے لئے جو خلش آج ہمیں بے تاب کر رہی ہے اگر اس کا احترام نہیں کیا گیا تو کل یہ خوف و ہراس کی شکل اختیار کرے گی۔ اور برسوں دہشت گردی کی۔ اور جب خوف کی اجارہ داری ہو جائے تو عقل اور برداشت دونوں کے لئے خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ ہم اس وقت اسی ماحول میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ ہمارے لئے عظیم خطرہ ہے۔"

دعائے مغفرت

● مولانا احمد کمال عبد الرحمٰن ندوی ناظم مدرسہ حضرت عمر فاروق کی والدہ ماجدہ ۱۹ اگست بروز جمعہ کو انتقال فرما گئیں، مرحومہ نے ۸۰ سال کی طویل عمر پائی صوم و صلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں

قارئین کرام سے مرحومہ کیلئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

● ڈاکٹر فرید الاسلام "مئوناتھ بھنجن" جو مستقل تعمیر حیات کے قاری ہیں۔ ان کے والد محترم حکیم نسیم آئی کا ۲۹ جولائی ۹۳ء کو بمبئی میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حکیم صاحب تعمیر حیات کا مطالعہ بڑے شوق سے کرتے تھے۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے ممتاز علماء کرام اور اسلامی فقہ اکیڈیمی کے مشورے پر سعودی عرب چیمبرس آف کامرس نے تمام صنعت کاروں اور تاجروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ کعبۃ اللہ کے ماڈلوں کی مینوفیکچرنگ اور فروخت بند کر دیں۔ کیونکہ علمائے کرام کو شبہہ ہوا ہے کہ بعض لوگ ان ماڈلوں کی پرستش شروع کر کے شرک کا ارتکاب نہ کرنے لگ جائیں، اسی لیے حکام نے ایسے تمام ماڈلوں کو ضبط کر لیا ہے۔ جو انھیں مارکیٹ میں ملے ہیں۔ اور اس سلسلے میں کسٹم حکام کو بھی ہدایت جاری کر دی ہے۔

● بوسنیا کے وزیر اعظم پاکستان میں منعقد اسلامی کانفرنس میں شامل ملکوں کے وزرائے خارجہ کے افتتاحی اجلاس میں کہا کہ ہمارے ملک کی اسمگلنگ کی بدولت اب ان کے ملک کی فوج کو ناقابل شکست حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ اور میرا ملک دشمنوں کے دسترس سے باہر ہے۔ اور انھوں نے اسلام بنیاد پرستی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کے ساتھ جو ناانصافی ہو رہی ہے اس کی وجہ سے مسلمانوں کے نوجوان طبقے میں اپنی شناخت کا احساس پیدا ہو رہا ہے جس کی وجہ سے مغربی ممالک خوفزدہ ہیں اور اسلام بنیاد پرستی کا غلط پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

● منگولیہ کے مسلم سوسائٹی کے چیئرمین نے مکہ معظمہ میں قائم مسلم ورلڈ کے نمائندے کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ میرا ملک روس اور چین کے درمیان واقع ہے اور پندرہ لاکھ مربع کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے۔ اور اکتیس لاکھ کی آبادی میں مسلمان دوسری بڑی اکثریت میں ہیں۔ اور اکثریت کا مذہب بدھسٹ ہے، کیونسٹ دور میں مسلمانوں کو تجارت و صنعت کی اجازت نہ تھی اب ۱۹۹۰ء سے اجازت مل گئی ہے۔ منگولیائی اسلامی سوسائٹی کی سرگرمیوں کے بارے میں بتایا کہ اس کا خاص مقصد مسلمانوں کو حقیقی اسلام سے روشناس کرانا اور آپس میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ تین سال کی مدت میں پانچ مسجدیں اور کئی مدرسے قائم ہوئے ہیں۔ اب اس سوسائٹی کے زیر انتظام ایک کالج کھولنے کا منصوبہ ہے۔ جہاں ترکی اور عربی زبانوں میں اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کا بھی انتظام ہوگا۔ اور سیاست میں بھی مسلمان سرگرم ہیں چھ ممبران پارلیمنٹ میں تین مسلمان ہیں جن میں ایک وزیر بھی مسلمان ہے۔

● متحدہ عرب امارات کا ابوظبی میں ایک عظیم مسجد کی تعمیر کا منصوبہ ہے جس کے لیے بین الاقوامی شہرت کی تعمیراتی کمپنیوں سے ٹنڈر طلب کئے گئے ہیں۔ اس عظیم مسجد پر ۱۵۰ ملین ڈالر کے خرچ کا تخمینہ ہے مسجد کا پورا رقبہ ۵۰ ہزار مربع میٹر ہوگا۔ اور ایک سال میں بیک وقت سات ہزار نمازی نماز ادا کر سکیں گے

(بقیہ) سوال و جواب

س:۔ امام نے "ان للمتقین مفازاً حدائق واعنابا الخ" پڑھا اور آخر آیت "فیقول الکافر یلیتنی کنت ترابا" اس آیت میں امام نے یلیتنی پر سانس توڑ دی اور دوبارہ یلیتنی سے پھر پڑھتا ہے اور نماز پوری کرتا ہے لیکن لوگوں کا اعتراض ہے کہ نماز نہیں ہوئی، ایسی صورت میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

ج:۔ دریافت کردہ صورت میں نماز بالکل درست ہوئی کیونکہ ماقبل سے وصل کر لینے کی صورت میں قرآت کا بھی کوئی نقص نہیں پایا جاتا اور معنی مربوط پائے گئے۔

س:۔ جب نماز جنازہ میں امام تکبیر کہتا ہے تو بعض لوگ آسمان کی طرف سر اٹھاتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج:۔ نماز جنازہ میں نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت آسمان کی طرف سر نہیں اٹھانا چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ایسا نہ کرو کیونکہ ڈر ہے کہ تمہاری نگاہیں اچک لی جائیں۔

دعائے مغفرت

● مولانا احمد صاحب دیولا مدرس دار العلوم مائلی والا بھروچ کا جوان صالح حافظ قرآن صوم و صلوٰۃ کا طالب علم طرکا ڈوب کر انتقال کر گیا۔ والدین اور اہل قرابت کے لیے یہ بڑا دل گداز حادثہ ہے

قارئین کرام سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر و برداشت کی دعا کی درخواست ہے

بقیہ:- درس حدیث

ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے۔

ابوبکر بن عربی نے تو کہا ہے کہ شہد ڈاکٹروں ..... کے نزدیک کھجور کے مقابلہ میں تقریباً سبھی امراض کے لئے شفا کی تاثیر رکھتا ہے، اگر شہد کے بارے میں قرآن پاک کے ارشاد کہ (فیہ شفاء للناس) سے اکثر اور زیادہ تر امراض مراد ہیں، تو کھجور کو اس پر محمول کرنا قابل قیاس ہے، بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مریض کا حال دیکھ کر دوا تجویز فرماتے تھے تو ممکن ہے کھجور کے متعلق آپ کا ارشاد اس شخص کے لئے ہو جس کا مزاج سرد ہو تو اس صورت آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ سرد مزاج والے شخص کے امراض کی شفا کھجور میں ہے، اور اس طرح کی تخصیص عام ہے۔ واللہ اعلم۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بعض شرائط کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

ابراہیم بن سعد اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے، فرمایا:۔ ہم نے عبداللہ بن جعفر کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی سے کھجور کھاتے ہوئے دیکھا ہے، امام نسائی نے صحیح سند سے حمید اور انھوں نے حضرت انس کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجور ملا کر کھاتے دیکھا ہے۔ جس کا مطلب یہ بیان ہوا ہے کہ ایک دوسرے کی گرمی کو کم کرتا ہے۔ جدید طبی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ کھجور ان ضروری غذائی مادوں سے بھرا ہوا ہے جن کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے۔

ایک کلوگرام کھجور ایک دن میں تین ہزار (کالوری) مہیا کرتا ہے، یہ مقدار پانی پینے کی طلب کو بڑھاتی ہے جس سے میدان جہاد میں اور باغبانی و کاشتکاری کے کام میں مشکل ہوتی ہے اور لگڑی پانی کی کمی کو پوری کرتی ہے اور اس میں وٹامن "A" اور وٹامن "C" کی معتدبہ مقدار پائی جاتی ہے، دیگر بہت سے غذائی اجزا اس میں نہیں پائے جاتے، کھجور پتلے لوگوں کے لئے بھی دوا ہے۔ ابن ماجہ نے حضرت عائشہ کا قول نقل کیا ہے کہ میری والدہ نے جب میری رخصتی کے خیال سے یہ چاہا کہ میں موٹی ہو جاؤں تو مجھ کو کھجور اور ککڑی کھلایا اور میں اچھی خاصی موٹی ہو گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث کہ "عجوہ جنت کا میوہ ہے اور وہ زہر کے اثرات سے شفا دیتا ہے" ان سب باتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھجور کے پودوں کے لگانے پر توجہ مرکوز فرمانا اور اس کے پھل کا اہتمام کرنا اور اس کی مختلف قسموں کو پیدا کرنے کی فکر کرنا اور اس کا اتنا زیادہ اہتمام اس بات کی دلیل ہے کہ کھجور بہت سی خصوصیات کا حامل ہے اس میں بہت سے فوائد پائے جاتے ہیں، اس میں بہت سے امراض کو دور کرنے کی تاثیر موجود ہے جیسا کہ آج کی جدید طبی تحقیقات سے معلوم ہو لہے۔

چنانچہ کان کے امراض کے ماہر اطباء وٹامن (آ) کو قوت سماع کی رگوں بند کو قوی بنانے کے لئے تجویز کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کھجور ان بوڑھوں کے لئے ثقل سماعت کی تکلیف ہوتی ہے۔ یا زیادہ صحیح تعبیر میں اعصاب سمع کی لاگوں میں کمزوری کے شکار ہوتے ہیں کھجور فائدہ بخش ثابت ہوتا ہے۔

کھجور میں وٹامن (ب ۱) اور (ب ۲) اور (ب ب) پائے جاتے ہیں اور ان وٹامنوں کی تاثیر یہ ہے کہ وہ اعصاب کو قوت بخشتے ہیں خون کی رگوں کو نرم کرتے ہیں، آنتوں کو تری بخشتے ہیں اور ان کو سوزش و کمزوری سے بچاتے ہیں، ڈاکٹر وٹامن (ب ۱) کو اعصابی تکالیف اعضاء کے شل ہونے سے پہلے قبلی کمزوری اور معدہ کے زخم، فکری اور اعصابی تکان کے دور کرنے کے لئے بتاتے ہیں جبکہ وٹامن (ب) امراض قلب ویرقان، ہونٹ پھٹنے ناخون گرنے، جلد کی خشکی وغیرہ میں بتاتے ہیں، اور کھجور شفا کی ان ساری صفات کا جامع ہوتا ہے۔

جدید طبی تحقیقات کھجور کے اجزاء کی تحلیل اور شفا بخش عناصر کی تحقیق میں برابر کوشاں ہیں، چنانچہ جدید تحقیق کا کہنا ہے کہ کھجور کے اندر پایا جانے والا "سکاکر" صرف حرارت، قدرت اور چستی ہی نہیں پیدا کرتا بلکہ وہ پیشاب بھی خوب لاتا ہے، جو کلیوں کو دھو دیتا ہے اور جگر کو (زہریلے) اثرات سے صاف کر دیتا ہے اور شکر خون کے اندر زہریلے اثر کو ختم کرنے کی واحد دوا اس میں باقی رہ جاتی ہے۔ سچ فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عجوہ میں زہر سے شفا دینے کی تاثیر ہے"۔

طب کی پرانی کتابوں میں کھجور کا ذکر اس طرح موجود ہے کہ وہ ان اہم پھلوں میں ہے جو کہ کھانسی اور بلغم اور اعصابی سوزش کو دور کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔

کھجور میں "فسفورس" کا تناسب بہت زیادہ ہوتا ہے اور فسفورس ہڈیوں اور دانتوں کے بنانے میں اہم رول ادا کرتا ہے، فسفورس ہی وہ مہتم بالشان غذا ہے جو انسان کے جسم میں مفید مادہ پیدا کرتی ہے، وہ مادہ دماغ کو بڑھاتی ہے اور تناسل کی قوت پیدا کرتا ہے ہمارے لئے ممکن ہے کہ ہم کھجور کی شفا بخش قدر و قیمت کو معلوم کر کے وہ چیز حاصل کر لیں جو ارباب فکر و قلم کے پاس نہیں ہے کھجور جنسی قوت کو بھی بڑھاتا ہے، فسفورس۔ قوت حافظہ کو بڑھانے کی بڑی تاثیر و صلاحیت رکھتا ہے

قرآن و حدیث اور اشعار یاد کرنے میں اسی کا اثر تھا۔

حدیث کا فقہی پہلو

• زمین کی آبادکاری کے سلسلہ میں اس حدیث سے باغبانی و کاشتکاری کی فضیلت و افادیت معلوم ہوتی ہے جس سے جائدادوں کو ملکیت میں لینے اور اس کی دیکھ بھال کا ثبوت ملتا ہے (کہ یہ عمل غیر شرعی نہیں بلکہ شریعت میں مطلوب ہے) یہ حدیث حضرت ابن مسعود کی حدیث کے خلاف ہے جس میں مرفوعاً انھوں نے بیان کیا ہے کہ (جائدادیں نہ بناؤ کہ دنیاداری کا شوق پیدا ہو جائے) امام قرطبی ان دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کرتے ہیں کہ ابن مسعود کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جائداد کو اتنا نہ بڑھایا جائے کہ دنیا سے دلچسپی بڑھ کر دینی امور سے غفلت کا سبب بن جائے، اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بقدر کفاف یا مسلمانوں کو اس سے فائدہ پہنچانے کی نیت سے ہو تو باعث اجر و ثواب بنے۔

• اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افتادہ زمینوں کو آباد و کارآمد بنایا جائے، فقہ اسلامی نے زمین کے ظاہر سے فائدہ اٹھانے اور آباد کرنے یعنی کاشتکاری باغبانی، اس پر عمارتوں اور دیگر چیزوں کے بنانے کو لفظ تعمیر (آبادکاری) سے تعبیر کیا ہے۔ اس عرف کی بنیاد و مرجع آیت قرآنی ہے۔ "وآیۃ لھم الارض المیتۃ أحییناھا وأخرجنا منھا حبًا فمنہ یاکلون" اور ایک نشانی زمین مردہ ہے کہ ہم نے اسکو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا پھر اس میں سے کھاتے ہیں۔ (یٰسین۔ ۳۳)

آبادکاری کے شرائط میں یہ بات داخل ہے کہ وہ زمین کسی اور کی ملکیت میں نہ ہو، شہر کے اندر نہ ہو جیسا کہ پیچھے گذر چکا ہے کہ (جس نے کسی ایسے قطعۂ زمین کو جو دوسرے کی ملکیت میں نہیں ہے آباد کیا تو اس زمین کا سب سے زیادہ مستحق یہی شخص ہے جس نے اس کو آباد کیا ہے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں یہی فیصلہ دیا ہے خواہ امام وقت نے اس کو اجازت دی ہو یا نہ دی ہو اور جمہور کا قول بھی یہی ہے، امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ امام کی اجازت ضروری ہے۔

امام طحاوی نے جمہور کی تائید میں سمندری و دریائی پانی یا پرندوں اور جانوروں کے شکار پر قیاس کر کے کہ امام اجازت دے یا نہ دے وہ ہو کر نزدیک ہو شکار کیا جا سکتا ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ دلیل میں حدیث مذکور کو پیش کیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں حدیث سے کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے

اس حدیث سے زراعت و باغبانی کی اہمیت و فضیلت کا پتہ چلتا ہے نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت زراعت و باغبانی بھی ہے (کہ اقتصادیات کی سب سے اہم چیز یہی ہے یہ نہ ہو تو انسان کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے) لہٰذا اس نعمت کا شکر و قدر دانی یہ ہے کہ زمین سے وہ چیزیں حاصل کی جائیں جو انسان کو فائدہ پہنچاتی ہیں، خواہ باغبانی ہو یا کاشتکاری، ارشاد ربانی ہے (فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون) پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔ (جمعہ۔ ۱۰)

آیت مذکورہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادات میں ترتیب کا خیال الاہم فالاہم کے اعتبار سے بہرحال رکھنا چاہئے۔ لہٰذا نماز پہلے اس کے بعد پھر دوسری عبادات کی فکر اللہ کے فضل اور کسب رزق حلال، تعلیم و تربیت اور جہاد وغیرہ۔

۲۔ یہ حدیث زراعتی پیداوار بڑھانے اور رزق طیب کو اپنی محنت و کوشش سے حاصل کرنے کا شوق و جذبہ پیدا کرتی ہے۔

۳۔ حدیث روئے زمین پر انسان کے خلیفۃ اللہ ہونے کی بھی کچھ وضاحت کرتی ہے کہ انسان کائنات کو آباد کرے اس کے مادوں اور اشیا کو کارآمد بنائے، کھیتی باڑی باغبانی اس کے لئے کھاد سنچائی وغیرہ کا نظم کہ کاشت اقتصاد و معاشیات کی اہم ترین چیزوں میں سے ہے جس پر اسلامی اقتصادیات کا انحصار ہے جو انسانوں کے باہمی تعلقات کو مربوط کرتا ہے، جس کو ہم اس آیت کریمہ میں بھی دیکھتے ہیں

"وھو الذی جعل لکم الارض ذلولًا فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ والیہ النشور" (ملک۔ ۱۵)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور خدا کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور (تم کو) اس کے پاس (قبروں سے) نکل کر جانا ہے۔

۴۔ حدیث اس بات کی بھی وضاحت کرتی ہے کہ زمین کے اندر موجود تمام اشیا انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں ان کے تابع بنا دی گئی ہیں، انھیں اس لئے تیار کیا گیا ہے کہ جس حد تک ممکن ہو سکے انسان ان سے فائدہ اٹھائے، اور قدرت کی کارسازی سے پردہ اٹھائے انھیں چیزوں میں شجر کاری بھی شامل ہے اور کھیتی باڑی بھی، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا اور اس کا شوق دلایا ہے۔

۵۔ یہ حدیث بندۂ مومن کو وسیع القلب

بناتی ہے اس کے دائرۂ اخوت و بھائی چارگی کو بڑھاتی ہے، خیر خیرات اور فقراء و مساکین کی دستگیری کی راہ دکھاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کے باغ یا کھیت سے جو کچھ کھالیا جائے اور کوئی بھی کھالے چڑیاں، جانور، چوپائے سب صدقہ ہی میں شمار ہوتا ہے جب ان جانوروں کا کھانا صدقہ ہے تو اس میں سے اس کے مؤمن بھائی کو جو نفع پہونچے گا اس پر جو خرچ ہوگا اس کے اجر کا کیا کہنا۔ اور اگر محتاج رشتہ دار ہو تو اس صدقہ کے اجر کا کیا ٹھکانا کیا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس خیر کا کہ ایک بندۂ مومن پریشان حال ہے کمانے سے معذور ہے، یا وسیلۂ معاش نہیں ہے یہ سب لوگ اپنے کاشت کار بھائی کے لئے صدقہ کا ذریعہ بنتے ہیں، اس صدقہ سے باہمی غصہ و کینہ ختم ہوتا ہے محبت و تعلق بڑھتا ہے۔

۶۔ دنیا کے عمل کو آخرت کے عمل سے جوڑ دیتی ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ زندگی سے الگ تھلگ رہنا دین داری نہیں ہے بلکہ دین تو عین تقاضۂ زندگی ہے، ارشاد ربانی ہے: "وابتغ فیما آتاک اللہ الدار الآخرۃ، ولا تنس نصیبک من الدنیا وأحسن کما أحسن اللہ إلیک ولا تبغ الفساد فی الارض إن اللہ لا یحب المفسدین۔" (قصص۔ ۷۷)۔

اور جو (مال) تم کو خدا نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلایئے اور جیسی خدا نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو اور ملک میں طالب فساد نہ ہو کیونکہ خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور "قل من حرم زینۃ اللہ التی أخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ قل ھی للذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ۔" اعراف ۔ ۳۲۔

پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہدو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں اور قیامت کے دن خاص انہی کا حصہ ہوں گی۔

لہ کتاب الطب باب الدواء بالعجوۃ

۲ فتح الباری ۳ فتح الباری ۴ فتح الباری

۵ الغذاء والدواء ڈاکٹر صبری

۶ مکھی کے پاس دائیں بائیں دو غدے ہیں جو پیشاب کو خون سے الگ کرتے ہیں۔

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء اور سبھی مدارس اور دینی و ملی کاموں میں دل کھول کر حصہ لینے والے مولانا غلام رسول صاحب خاموش، مالک لبرٹی ٹی کمپنی کے بھائی حاجی محمد عمر صاحب اس اگست ۱۹۹۳ء کو انتقال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت بہر حال آتی ہے اور برحق ہے لیکن مرحوم جو دینی مدارس کے طلبہ و اساتذہ سے نہایت محبت و اکرام کا معاملہ کرتے تھے ان کا حادثۂ وفات دعوتی تبلیغی سفر کی حالت میں پیش آیا جو قابل رشک ہے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

تین اہم کتابیں

ذکر خیر ــــ از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

محدومہ خیر النساء بہترؒ (والدۂ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) کے ایمان افروز حالات و کیفیات آخرت سے تعلق اور دنیا سے بے تعلقی کا مرقع۔ قیمت پندرہ روپے

کلید باب رحمت ــــ از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

محدومہ خیر النساء بہترؒ کی درد سوز میں ڈوبی مناجاتوں کا مجموعہ

ٹوٹے دل کی پکار۔ قیمت چھ روپے۔

گلدستہ حمد و سلام و مناجات ــــ از: مولانا محمد ثانی حسنیؒ

مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی حمد، سلام اور مناجات کا مجموعہ جس میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام آگئے ہیں اور مناجات میں قرآن و حدیث کی دعائیں شامل ہوگئی ہیں۔

قیمت چھ روپے۔

ناشر: مکتبۂ اسلام ۱۴۷/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

مطالعہ کی ٹیبل پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب: ذکر رفتگاں، از محمد ایوب اقف سائز ۱۸×۲۲، صفحات ۳۰۶۔ کتابت عمدہ کاغذ وطباعت گھٹیا۔ قیمت چالیس روپیہ۔

تپہ: مطبع قادری پریس۔ بازبہادر، اعظم گڈھ۔

ادیبوں کے حالات سے دلچسپی رکھنے والوں اور ادبی زبان سے لطف لینے والوں کے لئے "ذکر رفتگاں" نادر تحفہ ہے۔

۲۰ مشہور ادباء کے حالات بڑے ادبی انداز میں بیان ہوئے ہیں ان میں سید نجیب اشرف ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، شاہ معین الدین ندوی جیسے علماء بھی ہیں اور فرقت کاکوروی اور راجندر سنگھ بیدی جیسے ادباء بھی، کتاب کی خصوصیت خود واقف صاحب بیان فرمارہے ہیں: "جن شاعروں ادیبوں اور دانشوروں کے بارے میں، میں نے اپنے تاثرات قلمبند کئے ہیں ان کی زندگیوں میں جھانک کر میں نے صرف ان ہی پہلوؤں اور گوشوں کو ڈھونڈھنے کی کوشش کی ہے جو میری اپنی زندگی کے سفر میں میرے لئے مفید اور ممد و معاون ہوسکتے تھے اور جنھیں منظر عام پر لانے سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

کتاب کے مطالعہ کے بعد میں واقف صاحب کی اس تحریر کی تصدیق کرتا ہوں۔ بس افسوس اس بات کا ہے کہ ایسی اچھی کتاب اتنے گھٹیا کاغذ پر کیوں چھاپی گئی۔

"سفر حجاز" از شارق علوی، سائز ۲۲×۳۴ صفحات ۳۶، کاغذ و کتابت: مناسب۔ پتہ: ۵۹ وگیانپوری۔ ماہ نگر۔ لکھنؤ۔ 226006

حرمین شریفین سے جذباتی لگاؤ رکھنے والوں کے لئے وہاں کا ذکر کسی بھی عنوان سے ہو کشش رکھتا ہے، "سفر حجاز"، حرمین کے سفر کی ایک روح پرور کہانی ہے جسے پڑھ کر یقیناً وجد و سرور حاصل ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی حج کمیٹی اور ہندوستانی سفارتخانہ کی کوتاہیوں کی خبر سے دل رنجور بھی ہوتا ہے، زبان اگر پاکستانی ہے مگر اٹھ کی غلطیاں مزہ خراب کرتی ہیں، خاص طور سے دیوناگری میں لکھے ہوئے جملوں کو، جیسے روضہ پاک، اسرار، قباحت، الحاج، مومنین اور المومنات، جمع، صحیح، ہیں، ہے، ظہر، پاک، اطہر، قباحت، الہات المومنین اور الہات گھر میں، ..... "آقا کو بار بار مذکر استعمال کیا گیا ہے جب کہ وہ مونث ہے، محاورہ اور تعبیر کی غلطیاں بھی نظر آئیں، صدر میں جگہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی بغیر درود کے استعمال ہوا ہے جو عیب ہے۔ بہتر ہوگا کہ الفاظ نامکتاب سے منسلک کیا جائے۔ "ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

علم اور اہل علم کا مقام

حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر کے صاحبزادے طاہر اپنے باپ کی زندگی میں حج کو آئے تو اسحاق بن ابراہیم نے اپنے گھر علماء ملک کو مدعو کیا تاکہ طاہر ان سے مل لے اور ان سے کچھ پڑھے، اس دعوت کو اور سب لوگوں نے تو قبول کر لیا اور ہر قسم کے اہل علم شریک مجلس ہوئے، مگر ابو عبید نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ "العلم یقصد" یعنی علم کے پاس خود آنا چاہئے، اسحاق اس جواب پر خفا ہوگیا، اور عبداللہ بن طاہر کی طرف سے ابو عبید کو جو دس ہزار درہم ماہانہ وظیفہ ملتا تھا اس کو بند کر دیا، اور ابو عبید کے جواب کی اطلاع ابن طاہر کے پاس بھیج دی، ابن طاہر کو جب یہ اطلاع پہونچی تو اس نے اسحاق کو لکھ بھیجا کہ ابو عبید نے بالکل سچی بات کہی ہے، اور کہنے میں ان کا وظیفہ دو چند کرتا ہوں۔ تم اس پر عمل کرو، اور ان کا بقایا ادا کرو۔

● خلیفہ ہارون رشید نے اپنے لڑکے کو علم و ادب کی تعلیم کے لئے امام اصمعی کے سپرد کر دیا تھا۔ ایک دن اتفاقاً ہارون وہاں جا پہونچے دیکھا کہ اصمعی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں۔ اور شاہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے، ہارون نے بگڑ کر یہ کہلا بھیجا کہ اس کو ادب سکھانے کے لئے آپ نے شاہزادہ کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ اس کو ادب سکھائیں گے آپ نے شاہزادہ کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے۔ اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے